شاہراہِ تبلیغ

اور رسمی تبلیغ کی وضاحت

مصنّف

حضرت مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نوشہروی

خلیفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی صاحب مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہٗ

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب بنگلوری مدظلہٗ

الحرم پبلیکیشنز دیوبند

علمی مقدس

شاہراہِ تبلیغ

اور رسمی تبلیغ کی وضاحت

مصنف

حضرت مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نوشہرویؒ

خلیفہ :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ناشر

خنظلہ بکڈپو دیوبند

نام کتاب..............شاہراہِ تبلیغ اور رسمی تبلیغ کی وضاحت

مصنف..............حضرت مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نوشہرویؒ

خلیفہ حضرت تھانویؒ

کمپوزنگ..............

تعداد..................۱۱۰۰

سن اشاعت..........۱۴۳۵ھ

قیمت..............

نوٹ۔ یہ کتاب دیوبند کے تمام مکتبوں پر دستیاب ہے۔

عرضِ ناشر

دین اسلام کی دعوت وتبلیغ ایک مستحسن چیز ہے۔لیکن یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اس کے لئے شریعت مطہرہ نے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا قرآن کریم کی متعدد آیتیں اور احادیث کثیرہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تبلیغ ایک امر مطلق ہے اسی لئے خیر القرون کے بعد سے اب تک اکابر علماء بزرگان دین حالات کے اعتبار سے مختلف اور مطلق طریقوں سے بلا کسی التزام، قیدو قیود کے یہ ذمہ داری انجام دیتے رہے۔اسی دعوت تبلیغ کی انجام دہی کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ نے امت کی شفقت ومحبت کے غلبہء حال میں تبلیغی جماعت کی بنیاد ڈالی تھی۔ حالانکہ اہل بصیرت حضرات حضرت دہلویؒ کے دور ہی میں اس نظام سے متفق نہیں تھے جیسا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے ”تبلیغی جماعت کے اعتراضات کے جوابات“ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کی مخالفت میں تقریباً ایک ہزار سے زائد خط آئے ہوں گے۔

لیکن جب تک اس جماعت پر اکابر کا سایہ رہا کسی طرح کام چلتا رہا اور اکابر کے بعد اس جماعت نے جو رنگ بدلا وہ آج کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔آج اہل بدعت کے افعال کے مثل صرف اسی مروجہ تبلیغی جماعت کو تبلیغ دین کا مصداق قرار دیا جاتا ہے۔اسی مقید ومحدود نظام کو ہر ایک پر لازم کرنے کی کوشش ہو رہی ہیں، جہلا اہل علم کی موجودگی میں بے باکی کے ساتھ قرآن وحدیث کی من گھڑت تفسیر وتشریح بیان کر رہے ہیں۔

لیکن علماء انبیاء کے وارث ہیں انہوں نے ہر دور میں اہل اسلام کی حدود کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے۔اسی لئے اہل علم حضرات اس طرف سے بھی کبھی غافل نہیں ہوئے۔

زیرِ نظر کتاب "شاہراہِ تبلیغ اور رسمی تبلیغ کی وضاحت" جو حضرت مولانا عبدالسلام صاحب حنفی نوشہروی ؒ نے جماعت میں لگنے کے بعد اس کی شرعی حیثیت اور بے اعتدالیوں سے واقف کرانے کے لئے تربیت دی تھی۔ نفع عام کیلئے اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ (واضح ہو کہ یہ کوئی پہلی کتاب نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی مروجہ تبلیغی جماعت کی شرعی حیثیت کے سلسلہ میں متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں)

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خواص و عوام کیلئے مفید بنائے اور امت حبیب کی صحیح رہنمائی فرمائے ۔آمین

فہرست مضامین

پیشِ لفظ

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ناظم جامعہ فقیہ العلوم، اتراؤں الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے کہ وہ اسلام کے عقائد صحیحہ کا علم حاصل کرے اور طہارت ونجاست کے احکام سیکھے نماز و روزہ اور وہ تمام عبادات جو شریعت نے فرض واجب قرار دی ہیں ان کا علم حاصل کرے نیز جن چیزوں کو شریعت مطہرہ میں حرام و ناجائز قرار دیا گیا ہے ان کا بھی علم حاصل کرے،

جن پر زکوٰۃ فرض ہو زکوٰۃ کے مسائل جن پر حج فرض ہو وہ حج کے مسائل معلوم کریں اسی طرح نکاح، طلاق، بیع وشراء، صنعت وتجارت وغیرہ غرض جو کام شریعت نے فرض واجب کئے ہیں ان کے احکام ومسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

حسب ارشاد نبوی ﷺ طلب العلم فریصۃ علیٰ کل مسلم (یعنی علم حاصل کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے) اس لئے کہ علم دین کے حصول کے بغیر آدمی نہ فرائض ادا کر سکتا ہے نہ حرام چیزوں سے بچ سکتا ہے جب کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہو گیا تو اس کی ادائیگی وحصول کی کوشش بھی فرض ہو گئی،

اول نمبر پر دینی تعلیم حاصل کرنا جو لوگ کتابیں پڑھ سکتے ہوں ان کو مطالعہ کرنا اور اگر نہیں

پڑھ سکتے تو کسی پڑھنے والے سے سننا علماء کرام سے مسائل دینیہ پوچھتے رہنا وعظ و نصیحت کے پروگراموں میں شرکت کرنا اہل کمال علماء و صلحاء و بزرگان دین کی خدمت و صحبت میں وقت لگانا گھر والوں کو خود پڑھانا یا سنانا یا کسی ذریعہ سے پڑھوانا سنوانا وغیرہ یہی ذرائع تھے جس کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور مسعود سے لیکر اب تک یعنی چودہ سو سال تک دین متین کا علم حاصل کیا جاتا رہا اور مسلمان عمل کرتے رہے، لہذا ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اس ارشاد پر خود بھی عمل کرے یعنی علم حاصل کرے اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو زیادہ سے زیادہ اس پر آمادہ و تیار کرے کہ وہ مدرسوں اور علماء کی صحبت اور خانقاہوں و کتابوں و وعظ و تقریر کے ذریعہ علم حاصل کریں لیکن ان ذرائع سے قریب ہونے کے بجائے اس ان سے دور ہونے اور دور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور نتیجہ بد سامنے آ رہا ہے اللھم احفظنا من شرور انفسنا

ہر زمانہ میں علماء ربانیین، مصلحین امت تصنیف و تالیف درس و تدریس وعظ و تذکیر ارشاد و ہدایت کے ذریعہ نبوی و فطری طریقے سے امراء و سلاطین امر بالمعروف و نہی المنکر کے ذریعہ دین مبین کی اشاعت و صیانت فرماتے رہے جزاهم الله عنا الجزاء وشكر الله سعيهم، ساتھ ہی علماء حق و مصلحین امت کی نظر ہمیشہ اور ہر دور میں اس پر بھی رہی کہ دین کے نام سے کہیں بے دینی ہدایت کے پردے میں گمراہی تو نہیں پھیل رہی ہے چنانچہ ابتدائی دور سے ہی آپ کو ایسے حالات دیکھنے کو ملیں گے کہ بے شمار فرقوں و گروہوں نے خوبصورت ناموں کے ساتھ اسلام میں رخنہ اندازی کرنے کی کوشش کی، یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ کسی جماعت کو آپ دیکھ لیں جس کو آپ باطل کہنے و گمراہ کہنے پر

مجبور ہیں مثلاً روافض، معتزلہ، خوارج، جہمیہ وقدریہ وغیرہ ان سب سے اختلاف جزئیات میں ہوا ہے پھر اس جزئی اختلاف نے ایک مذہب کی ایسی شکل اختیار کرلی کہ علماء حق نے اپنے کو اس سے جدا کیا یا ان کو اپنے سے خارج کیا سلسلہ بھی دور صحابہؓ سے آج تک جاری ہے۔

جس طرح اسلامی مملکت کی سرحد کی حفاظت مجاہدین اسلام پر فرض ہے اور اس کے بارے میں فضائل بیان کئے گئے ہیں، اس سے زیادہ ضروری اور اہم، قوانین اسلامی اور حدود شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری علماء ومشائخ پر عائد ہوتی ہے، اس سے ذرہ برابر لاپروائی وخاموشی ناقابل معافی جرم ہے لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ماکانوا یصنعون کیوں نہیں ان کو علماء ومشائخ گناہوں اور حرام خوری سے روکتے، نہ روک کر وہ بہت برا کررہے ہیں چونکہ باری تعالیٰ عز اسمہ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اس لئے ہر زمانہ میں فراست وبصیرت سے آراستہ وپیراستہ علمائے دین مصلحین ومجددین پیدا ہوتے رہے کہ ان کی ایمانی نگاہیں ان چھپی ہوئی خرابیوں تک پہونچ جاتی ہیں جہاں عام لوگوں کی نہیں پہونچ پاتیں اور یہ حضرات اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله اور لا یخافون لومة لائم کے اسلحہ سے مسلح بھی ہوتے ہیں کہ ان کو کثرت وقلت شور غوغا، طاقت، رعب دبدبہ وجاہت وسلطنت کوئی بھی چیز متاثر نہیں کرسکتی،

آئین جوانمردی حق گوئی وبے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

انہیں اہل حق علماء کی جماعت میں حضرت اقدس مولانا عبدالسلام صاحب نور اللہ مرقدہ بھی

ہیں، جنھوں نے حدود اللہ کی پاسداری کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ایک کتاب بنام ''شاہراہ تبلیغ''، تصنیف فرمائی حالانکہ یہ کتاب چالیس سال قبل لکھی گئی ہے اور اس وقت تک اس جماعت کے سر پر اکابر واعاظم کا سایہ ودباؤ بھی تھا یہ جماعت اتنی آزاد و بے باک نہیں ہوئی تھی پھر بھی حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے مدلل تحریر فرمایا ہے جتنا فرمایا ہے وہی اس جماعت کے بارے میں سمجھنے اور پرکھنے کیلئے کافی ہے،

حضرت نے دور سے اس جماعت کو نہیں دیکھا بلکہ خود فرماتے ہیں کہ کافی وقت میں نے اس میں لگایا ہے لہذا ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کے حضرت اپنی گفتگو میں دوسرے ایسوں سے جنھوں نے جماعت کو کتابوں یا سماعت سے سمجھا ہے زیادہ وقیع ہیں،

ہمیں یقین ہے کہ اگر حضرت چالیس سال بعد اس وقت دنیا میں ہوتے تو حضرت کا فیصلہ اور کتاب کا رنگ کچھ اور ہی ہوتا،

حضرت کی نظر اکابر کے خلوص نیت پر رہی اور ہونی بھی چاہیے سب اپنے ہی تو ہیں مگر چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی اگر خاکپائے اکابر یہ کہے کہ محض خلوص نیت ورضاء الٰہی وجذبہ صادق کامل کیساتھ بھی کوئی کام دین کے نام پر کیا جاوے تو بھی محض یہ چیزیں اس کام کو دینی کام نہ بنا سکیں گی جب تک کہ وہ شریعت مطہرہ کے حدود میں نہ ہو کما قال تعالیٰ . ورهبانية ن ابتدعوها ما كتبنها عليهم الا ابتغاء رضوان الله جب تک ما کتبنٰھا کی مہر نہ ہوگی ابتغاء رضوان الله اس کو بدعت ہونے سے نہ بچا سکے گی۔

رہبانیت بھی اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کیلئے خلوص نیت سے اختیار کی گئی تھی مگر چونکہ رضاء الٰہی کیلئے یہ طریقہ وہیئت من جانب اللہ مشروع نہ ہوا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو بدعت فرمایا،

حضرت اقدس ؒ نے اولاً تو فرداً فرداً اعمال جماعت ،گشت و چلہ،شب بیداری شب جمعہ ،وغیرہ پر بدعت کا حکم لگایا اور آخیر میں موٹی موٹی شکایات کے ضمن میں مروجہ تبلیغی جماعت بہیت کذائیہ پر فیصلہ کن انداز میں بدعت ضلال کا حکم لگایا ہے۔

بہر حال مجموعی اعتبار سے یہ کتاب ہر دین کے کام کرنے والے کیلئے واقعی شاہراہ تبلیغ ہے جس کو دیکھ کر چلنے والے کو راہ ہدایت سے بھٹکنے کا خطرہ کم سے کم ہو جاتا ہے،

ضرورت ہے کہ کتاب کا مطالعہ بار بار کیا جاوے اور اس کے مندرجات پر غور کیا جاوے اور ضد وہٹ دھرمی و جماعت بندی سے ہٹ کر محض تبلیغ دین سمجھنے اور صراط مستقیم پر چلنے کی نیت سے پڑھی جاوے،

کتاب میں کہیں کہیں حاشیہ نظر آئے گا یہ بہت ضروری تھے اس حاشئے سے کتاب کے مطالعے میں اور حضرت کی بات کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہوگی حاشئے کا مطالعہ کتاب کو سمجھنے کیلئے بہت ہی ضروری ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مسلمانوں کو عموماً اور دین کی خدمت کرنے والوں کیلئے خصوصاً رہنما شاہراہ دین بنائے اور مصنف علام کو اسکے صلے میں اجر عظیم اور جنت النعیم مرحمت فرمائے، آمین۔

فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب دعا

بندہ محمد صدیق المظاہری اترانوی

اتراوں الہ آباد الہند

مقدمہ

حضرت مولانا مفتی محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ واستاذ مظاہر العلوم ''وقف'' سہارنپور

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

اسلام ایک آفاقی ابدی اور سچا دین ہے خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے ذریعہ ہر قوم اور ہر رنگ و نسل کے انسانوں کی ہدایت اور کامیابی کے واسطے اسکا بول بالا کیا گیا ہے اور رہتی دنیا تک اسکی حفاظت کا وعدہ ہے۔

خود امت مسلمہ پر جس طرح اسکے مطابق زندگی گزارنا لازم ہے اسی طرح غیر مسلموں تک اسکو پہنچانا اور عمل میں کوتاہی کرنیوالے مسلمانوں میں اسکی رسی کو مضبوط پکڑے رکھنے کا داعیہ پیدا کرنا (دعوت و تبلیغ امر بالمعروف نہی عن المنکر) بھی اس خیر امت کی ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے امت مسلمہ نے اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت اور رسوم و بدعات کی آمیزش سے اسکی حفاظت میں غیر معمولی قربانی اور قابل ستائش خدمات انجام دی ہیں تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ دوسرے ادیان سماوی کی تاریخ اس سے خالی ہے، تاریخ اسلامی کا طالب علم اپنے اسلاف کی یہ حیرت انگیز جدوجہد، روشن کارنامے اور شاہکار خدمات پڑھ کر فخر سے اپنا سر اونچا کر لیتا ہے امت مسلمہ کے خلاف تمام اقوام کی متحدہ محاذ آرائی اور اسلاف کے خلاف نت نئی ریشہ دوانیوں کے باوجود تمام ممالک میں مسلمانوں کا قابل ذکر تعداد میں موجود ہونا اسکی ناقابل تردید شہادت ہے۔

یہ مساعی جمیلہ کسی نہ کسی شکل میں خیر القرون سے تا حال جاری ہیں اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ایسے افراد اور رجال کار پیدا فرماتے رہے، جو خیر القرون کی یاد تازہ کردیتے تھے اور اپنے سوز دروں سے امت کا لہو گرما دیتے اور اتنے اصحاب دعوت وعزیمت تیار کردیتے کہ امت کو نئی زندگی مل جاتی۔

ماضی کے تمام ادوار کی طرح موجودہ زمانے میں بھی انفرادی اور اجتماعی طور پر مختلف طریقوں سے اس مقدس فریضہ کی انجام دہی میں علماء کرام اور صوفیاء عظام کے علاوہ امت کا ایک طبقہ سر گرم عمل ہے شکر اللہ مساعیم

اسکے ساتھ یہ افسوس ناک صورت حال بھی دیکھنے میں آرہی ہے کہ دین کی اشاعت حفاظت اور تبلیغ ودعوت کا فریضہ انجام دینے والے کچھ حضرات صرف اور صرف اپنے کام اور طریقہء کار کو منوانے کے درپے نظر آتے ہیں (جبکہ یہ اخلاص کے بھی منافی ہے اور اس سے گروہ بندی، باہمی رقابت اور تصادم کا خطرہ بھی رہتا ہے) اسی جذبہ کے تحت انکی توانائی ''مقصد'' سے زیادہ اپنے طریقہء کار کی ترویج پر صرف ہورہی ہے، وہ اپنے ایجاد کئے ہوئے طریقہ کو اجتماعی اور منصوص شرعی کا درجہ دیتے ہیں اور بلا کسی دلیل کے اسکو نہج نبوی کہتے ہیں اسی لئے ہر کسی کو اس کا پابند بنانا دین کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں اس سے اتفاق نہ کرنا انکے نزدیک کسی رکن دین کا انکار کرنے کے مترادف ہے، اس کے اثبات اور ترغیب میں آیات کی ایسی تفسیر اور احادیث کی ایسی تشریح کرتے ہیں جو کسی زمانے کے مفسرین اور محدثین سے منقول نہیں، بلکہ وہ تحریف کی حدود کو چھوتی ہے، اور واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں جو غلط بیانی میں داخل ہوجاتا ہے بانی تبلیغی جماعت کے مقرر کردہ اصولوں اور طریقہ کار سے اس زمانہ کے بابصیرت علماء مطمئن نہیں تھے،

انہوں نے اصولوں اور طریقہ کار کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے خطرات کی نشاندہی کی تھی ،لیکن بانی جماعت اور انکے رفقاء ایسے عزائم کا اظہار کرتے تھے کہ یہ سب خامیاں دور کرلی جائیں گی ، وہ اپنی حد تک شرعی حدود میں رہ کر کام کرتے رہے ، انکے کلام میں ادعا اور مبالغہ بھی نہیں تھا ، وہ فرماتے تھے یہ چلت پھرت محض ایک ذریعہ ہے ، یہ چلتا پھرتا مدرسہ ہے ، کلمہ اور نماز کی تلقین ہمارے کام کی الف ب ہے ، ہمارا مقصد جمیع ماجاء بہ البنی صلی الله علیه و سلم کی تبلیغ ہے وہ حضرات جن ہوں نے علم اور اخلاص واحسان میں راسخ علماء ربانیین سے اسفادہ کیا تھا جب رخصت ہو گئے اور کام ان کے ہاتھوں میں آیا جو اسی تحریک کی پیداوار تھے وہ علم دین سے یا تو ناواقف تھے یا بس برائے نام ہی عالم تھے اور انکو یہ نظر آنے لگا کہ اب کسی کا اختلاف ہمارے کام پر اثر انداز نہیں ہوگا تو وہ تمام حدود وقیود اور مقصد کو نظر انداز کر کے جماعت کے پھیلانے میں لگ گئے ار کہنے لگے کہ ’’خواہ اصول ٹوٹ جائیں ساتھی نہ ٹوٹیں‘‘

انبیاء کے وارثین علماء ربانیین جنکی زندگیاں اشاعت وحفاظت دین کیلئے وقف ہیں اس انحراف اور اس کے پیچھے آنے والے طوفان سے غافل نہیں رہے ، کسی کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر وہ جو کر سکتے تھے کرتے رہے ، چنانچہ حضرت مولانا عبد السلام صاحب حنفی اشرفی خلیفہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ ہمانے اس نظام اور طریقہ کار کو قریب ہو کر نہیں بلکہ شریک ہو کر دیکھا تھا ار صرف دیکھ کر نہیں بلکہ عملی شرکت کر کے سمجھا تھا انکا واسطہ تحریک سے ناواقف یا ان پڑھ کارکنوں سے نہیں بلکہ اس کام کے ذمہ داروں سے رہا ، جب انکو یقین ہو گیا کہ نبیوں والے کام کے دعوی کے ساتھ جو کام کیا جارہا ہے وہ ہرگز نہ تو انکے دعوی سے میل کھاتا ہے اور نہ ہی چودہ سو سال

سے اس مقدس فریضہ کو انجام دینے والی جماعت کے طریقہ کار سے مطابقت رکھتا ہے تو انھوں نے اپنی کتاب کے نام ہی سے اس حقیقت کو واشگاف کیا، انھوں نے اپنی قابل قدر لائق صدر تحسین علمی و تحقیقی کاوش کو "مقدس علمی شاہراہ تبلیغ اور رسمی تبلیغ کی وضاحت" سے موسوم کیا، تا کہ حق کے طلبگار پروپیگنڈہ کا شکار ہو کر صراط مستقیم سے بھک نہ جائیں اور بھکے ہوئے واپس لوٹ آئیں اس موضوع پر لکھنے والے مولانا تنہا نہیں ہے بلکہ جذبہ اصلاح اور اظہار حق کے تحت ایسے کئی علماء نے اس موضوع پر لکھا ہے جنکی علمی وسعت، ایمانی بصیرت، تقوی وطہارت، جذبہ تبلیغ ودعوت، خیر خواہی دین وملت سب کے نزدیک مسلم ہے۔

(۱) حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تصانیف اور مواعظ میں بکھرے ہوئے شہ پاروں سے دعوت وتبلیغ کی فرضیت، اہمت، ضرورت اور اصول وقواعد، جزئیات وفروعات "دعوت وتبلیغ کے اصول واحکام" کے نام سے مفتی زید مظاہری نے یکجا کر دئے ہیں:

(۲) مسیح الامت حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہ نے "اصول تبلیغ" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس پر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی تقریظ ہے:

(۳) محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ نے دعوت وتبلیغ کے باب میں فقہا کرام کے بیان کئے ہوئے مسائل "احکام تبلیغ" کے نام سے جمع فرما کر رسالہ کی شکل میں شائع فرمائے ہیں:

(۴) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ کا "دوسرے دینی اداروں اور

تحریکوں کے ساتھ ہمارا طرز عمل'' ایک مفصل مضمون رسالہ کی شکل میں اور معتدد کتابوں کا جز ہو کر بھی شائع ہو رہا ہے۔ مزید بصیرت کے لئے حضرت مولانا کے رسائل'' حکم الدعوۃ وصفۃ الدعاۃ'' دستور حیات'' اور دعوت و تبلیغ کا معجزانہ اسلوب'' ملاحظہ فرمائیں

(۵) علامہ فاروق صاحب مظاہری خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدھما کی بھی ایک ضخیم کتاب الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ (تبلیغ کی شرعی حیثیت) اس موضوع پر دستیاب ہے جس میں حضرت علامہ نے تحقیق حق کا حق ادا کیا ہے۔

(٦) مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کا'' دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت'' کے نام سے ایک کتابچہ بھی علماء کے ہاتھوں میں ہے:

(۷) مفتی عبدالقدوس صاحب رومی رحمہ اللہ کا مختصر رسالہ کشف الغطاء عن تبلیغ الرجال والنساء بھی ملتا ہے:

(٦) سیکڑوں دارالافتاء سے جاری ہونے ہزاروں جوابات بھی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں:

ان نامور اصحاب علم و فضل نے ان اصولوں کو پیش نظر رکھ کر محاکمہ فرمایا ہے جن سے فقہاء امت اور مفتیان عظیم المرتبت حق و باطل اور سنت و بدعت میں امتیاز کرنے کیلئے ہمیشہ کام لیتے رہیں ہے، ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ آخر کلمہ و نماز کی خالص دینی تحریک کو بدعت کیوں قرار دیا جاتا ہے اور اس سے دور رہنے کا مشورہ کیوں دیا جاتا ہے، ہم یہاں پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مضمون سے کچھ عام فہم اقتباس نقل کرتے ہیں، حضرت فرماتے ہیں کہ دعوت تبلیغ مامور بہ ہے لیکن شریعت میں اسکی انجام دہی کیلئے کوئی

خاص طریقہ متعین نہیں، بلکہ اس بارے میں امت کی عقل پر اعتماد کیا گیا ہے، اسکی ادائیگی اسکی صلاحیتوں پر چھوڑ دی گئی،

انبیاء کرام صحابہ عظام اور بعد کے مجددین و مصلحین نے اسکے لئے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں، آج بھی کوئی جماعت اگر کسی خاص طریقہ کار کو اختیار کرتی ہے بشرطیکہ وہ دین کے اصول و آداب ک خلاف نہ ہو تو وہ اس فیصلہ میں حق بجانب ہے (ماخوذ)

ایک جگہ فرماتے ہیں جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں ہمیں اسوقت تک انکو جاری رکھنا چاہئے لیکن اگر ہفتہ کا اجتماع ہمارے شہر لکھنو کی نوچندی جمعرات کی طرح ایک رسم بن جائے رات کا قیام رت جگا کی طرح رسمی ہو جائے اور دین کے کام کیلئے چلنا ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور بدعت قائم ہو جائیگی اسوقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جد وجہد کریں اور ان رسومات کو مٹائیں بہت سی چیزیں صحیح مقاصد کیلئے دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں، لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار کر لیتی ہیں ایسے موقع پر حقیقت و رسم، سنت و بدعت، فرض و مباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے (بلفظہ) ایک جگہ فرماتے ہی کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمای اس تحریک میں بھی ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقہ کار اور یہی طرز، دین کی خدمت اور احیاء دین کیلئے ہمیشہ کیلئے ہر جگہ کیلئے اور ہر شخص کیلئے ضروری ہے اسکے علاوہ سب غلط ہے جب تک اس مخصوص طریقہ پر تقریر نہ ہو اسی خاص ڈھنگ پر انہی ساری پابندیوں پر گشت نہ ہو اور اجتماعات میں مقررہ طریقہ سے دعوت نہ دی جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ساری جد وجہد رائیگاں گئی جو کچھ ہوا سب فضول ہوا یہ بے اعتدالی ہے یہ رویہ خطرناک ہے اس لئے کہ اس طرز عمل کی کیوجہ سے مختلف مذاہب اور فرقے پیدا ہوئے ہیں۔

ان اہل بصیرت و فراست اور علم میں راسخ علماء دین اور مفتیان شرع متین کے ارشادات کی روشنی میں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے ایمان واخلاص کا یہی تقاضا ہے اسکے باوجود بھی اپنی

روش پر جمے رہنا ضد اور ہٹ دھرمی ہے،

ان مزعومہ فوائد کے ساتھ جن کا بار بار تذکرہ کیا جاتا ہے ان نقصانات کو ہرگز نظر انداز نہیں کر دینا چاہیئے جن کی طرف ان موقر ربانی مصلحین نے توجہ مبذول کرائی ہے۔

اسلاف کی ان مخلصانہ کوششوں کو جاری رکھتے ہوئے حضرت قاضی صاحب کی کتاب" مقدس علمی شاہراہ تبلیغ اور رسمی تبلیغ کی ضاحت" شائع کی جارہی ہے اللہ تعالیٰ ناشر کو اجر عظیم عطا فرمائے اور کتاب ک نفع کو عام فرما کر حضرت قاضی صاحب کی حسنات میں اضافہ فرمائے۔

وما علینا الا البلغ المبین

(حضرت مولانا مفتی) محمد زکریا (صاحب)

استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

رائے عالی

حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی دامت برکاتہم

مفتی مدرسہ عربی مظاہر علوم سہارنپور یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ حقیقی دعوت وتبلیغ وہ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک سرورِ دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ کرامؓ کو، انہوں نے تابعینؒ کو اور انہوں نے تبع تابعینؒ کو علمی عملی طور پر سمجھایا اور سکھایا، ان کے بعد سلسلہ بہ سلسلہ حضرات ائمہ مجتہدینؒ، اصولیینؒ، مفسرینؒ وفقہاء، محدثینؒ وصوفیاءؒ اور ہر صدی اور ہر دور کے علماء باعمل کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہونچا۔

چنانچہ صرف ہندوستان ہی میں اولاً خانقاہیں عملی وحالی تربیت گاہیں اور علمی وفکری مراکز، دینی مدارس مکاتب حقیقی دعوت وتبلیغ کا منبع ومرکز قرار پائے۔ تقریباً تین سو سال قبل دار العلم والعمل فرنگی محل لکھنؤ اور شاہانِ دہلی واسلافِ دیوبند سے علمی اسفادہ اور عملی استفاضہ کرنے کے بعد، احیاء علوم دینیہ اور اشاعت سنت نبویہ کیلئے مدرسہ عربی دار العلوم دیوبند، مدرسہ عربی مظاہرِ علوم سہارنپور اور "ظل صفہ" امداد القلوب خانقاہ تھانہ بھون، گنگوہ، رائے پور وغیرہ خالص دینی مراکز وجود میں آئے، اسی سلسلۃ الذہب کے علمی وفکری اور عملی وحالی خوشہ چیں بانی تبلیغ جماعت حضرت مولانا الیاس کاندھلویؒ بھی تھے، جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مرید، حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ کے

شاگرد ومجاز اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت جہاد کرنے والوں میں سے ایک تھے۔

اس وقت تفصیل کا موقع نہیں مگر مختصراً اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ تبلیغ جماعت اپنے اکابر دیو بند وسہارنپور سے اسی مستفید انہ وشاگردانہ رشتہ کی تجدید کرے، جو اس کے بڑوں کا ان دینی، تعلیمی وتربیتی مراکز سے رہا ہے؛ تاکہ رافضی، قادیانی، نیچری، وہابی، بدعتی اور موجودہ غیر مقلد (فرقہ لامذہبیہ) وغیرہ فرقوں سے تبلیغ جماعت کے درمیان فرق وامتیاز قائم اور باقی رہ سکے، اس کیلئے تبلیغی جماعت، نظامِ تعلیم وتربیت اور علماء دین وبزرگان دین کے دامن سے وابستگی، دعوت وتبلیغ کے لئے ایک متدین تربیت یافتہ صاحب علم وفہم، تجربہ کار امیر کا انتخاب ازبس لازم وضروری ہے، بقول حضرت مولانا محمد کاندھلوی محض مروجہ مجلسِ شوریٰ پر اکتفا جو درحقیقت مغربی پارلیمانی نظام کا مصداق ہے، ہرگز ہرگز کافی ومفید نہیں ہوگا۔

پیشِ نظر رسالہ میں دینی وحقیقی شاہراہ دعوت وتبلیغ اور دنیاوی رسمی شاہراہِ دعوت وتبلیغ کے درمیان فرق وامتیاز اور حد فاصل کو واضح کرنے کی سعی وکوشش کی گئی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا قاضی عبد السلام صاحب نوشہرویؒ اور اس رسالہ کے مرتب وناشر کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور قارئین وسامعین کو صدق وخلوص کے ساتھ استفادہ عمل کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العٰلمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

احقر محمد القدوس خبیب رومی عفا اللہ عنہ

مفتی مدرسہ عربی مظاہر علوم سہارنپور یوپی، ہند

۱۴؍شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

تقریظ

شاہ ملت حضرت مولانا سید انظر شاہ بنگلوری دامت برکاتہم

خلیفہ صاحب السیف حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ثانی لدھیانوی دامت برکاتہم،

صدر مجلس تحفظِ ختم نبوّت و مجلس الاحرار پنجاب و بزم قاسمی کرناٹک۔

دین اسلام اللہ رب العزت کا آخری اور پسندیدہ دین ہے، اس کے اوامر و نواہی سے لوگوں کو واقف کرانا بموجب آیت قرآنی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ بعض (اہل علم) کی ذمہ داری ہے۔ اسی لئے اہل علم و اہل بصیرت حضرات ہر دور میں بلا انقطاع، تسلسل کے ساتھ کسی نہ کسی مطلق طریقہ سے یہ ذمہ داری انجام دیتے رہے ہیں ۔ مذہب اسلام کلی یا جزئی طور پر شرقاً و غرباً سارے عالم میں مشتہر ہو چکا ہے۔ لہٰذا بقول حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ موجودہ دور میں نفسِ تبلیغ ایک فعل مستحب ہے۔ اب اگر اس فعل مستحب کی انجام دہی کیلئے، بے اصول سے بچ کر، کلی طور پر حدودِ شرع کی رعایت کرتے ہوئے کوئی طریقہ کار متعین کیا جائے۔ تو وہ طریقہ کار صرف درجہ اباحت میں ہوگا۔ اہل علم حضرات سے یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ مروجہ تبلیغ جماعت کی بنیاد حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے ڈالی تھی۔ اس سے قبل خیر القرون میں کہیں بھی اس طرح کی مقید و محدود جماعت کا وجود ثابت نہیں ہے۔ (واضح ہو احقر کی مراد مقید و محدود تبلیغ ہے نہ کہ مطلق تبلیغ لہٰذا خیر القرون میں اکابرین کی مطلق تبلیغ پر موجود مقید و محدود تبلیغی جماعت کو قیاس نہ کیا جائے۔ دعویٰ ور دلیل میں مطابقت ضروری ہے۔ "مطلق کے ثبوت

سے مقید کا ثبوت نہیں ہوتا۔)

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے اس جماعت کی افادیت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہماری اس جماعت کا مقصد لوگوں میں صرف ذوق وشوق پیدا کرنا ہے۔اصل کام تو مقامی علماء کریں گے۔اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ ہماری یہ جماعت الف، ب، ت ہے۔ان ملفوظات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا دہلویؒ اس کام کو پورا دین نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن افسوس جوں جوں اکابر علماء کا سایہ اس جماعت سے اٹھتا گیا۔اس جماعت پر جہلا کا قبضہ ہوتا گیا۔اور آج صورت حال یہ ہے۔کہ لوگوں نے کام کے بجائے محض نظام کو مقصد بنالیا ہے۔اسی مروجہ نظام کو ہر علاقے میں اور ہر ایک پر لازم کرنے کی کوشش ہو رہی ہیں ،اس مروجہ نظام میں نہ لگنے والوں پر طعن تشنیع کا سلسلہ پوری طرح جاری ہے۔اس نظام میں شرکت نہ کرنے والے اماموں کو امامت سے ہٹانا۔امامت کے لئے جماعت میں چلہ لگانے کی شرط، مدارس خانقاہ اور درسِ قرآن کی مخالفت کے واقعات بکثرت پیش آرہے ہیں۔اسی طریقہ کار کو ذریعہ نجات باور کرایا جارہا ہے۔حتیٰ کہ لوگوں کی زبان پر اس نظام کے فرض عین ہونے کے الفاظ بھی گردش کرنے لگے ہیں۔

لہٰذا ایسے وقت میں بقول حضرت علی میاں ندویؒ کہ "جب دین کے لئے چلنا ایک رسم بن جائے رات کا قیام رت جگا کی طرح رسمی ہوجائے۔تو ایسے وقت میں ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جدوجہد کریں۔اور ان رسومات کو مٹائیں ....ایسے موقع پر حقیقت ورسم سنت وبدعت، مستحب ومباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے اور کہنے والے نے کہا ہے گر فرقِ فراتب نہ کنی زندیقی۔

مذہب اسلام تعصب سے پاک ہے اس میں اپنے اور پرائے کا کوئی تصور نہیں ہے

خوبی ہر شخص کی خوبی ہے اور برائی ہر شخص کی برائی ہے۔ کسی بھی نظام کے صحیح یا غلط ہونے کا معیار ادلۂ شرعیہ ہیں نہ کہ محض شخصیت۔

موجودہ دور میں تبلیغی جماعت جو شکل اختیار کرتی جا رہی ہے وہ انتہائی خطرناک ہے۔

ایسے نازک وقت میں علماء کی ذمہ داری ہے کہ اس جماعت کا اصول فقہ کی روشنی میں جائزہ لیں۔ ورنہ آنے والے وقت میں ایسے نقصان کا اندیشہ ہے۔ جسکی تلافی شائد ممکن نہ ہو۔

فقہاء کے بیان کردہ اصول وقواعد کی روشنی میں غور کیا جائے کہ آخر وہ کون سی علتیں ہیں جس کی وجہ سے چھ سو صدی تک عالم اسلام میں ہونے والی میلاد جس کے جواز پر تقریباً سو سے متجاوز علماء عرب کے فتاویٰ موجود ہیں علماء حق اسے بدعت کہنے پر کیوں مجبور ہوئے کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نفسِ ذکر محمود نہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلوبِ شرعی نہیں یا کیا مروجہ میلاد فوائد سے خالی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں، حضرت تھانویؒ نے میلاد کے فوائد شمار کراتے ہوئے حضرت گنگوہیؒ کو لکھا تھا ” کہ لوگ وعظ میں کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ، اس مجلس کے وجہ سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی اپنے عقائدِ فاسدہ و اعمال سئیہ سے تائب ہو کر صالح بن گئے، بہت روافض سنی ہو گئے، بہت سے سود خور و شرابی و بے نمازی نمازی بن گئے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ جب ایک مطلق امر کو مقید بنا دیا گیا اور بہت سے ناجائز اور مکروہ امور کا انضمام ہو گیا لوگ اسے حق و باطل کا معیار قرار دینے لگے۔ تو علماء حق نے اصول فقہ کی روشنی میں اس پر بدعت کا حکم لگایا۔ حضرت گنگوہیؒ کے حکم سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے ”براہین قاطعہ“ نامی ایک مفصل کتاب تصنیف فرمائی جو بدعت کی حقیقت سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

زیر نظر کتاب حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نوشہرویؒ

نے جماعت کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے ترتیب دی تھی۔ حضرت والا نے اس جماعت میں وقت بھی لگایا ہے۔ لیکن جب حقیقت حال سے واقف ہوئے تو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے لوگوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ فرمایا۔

اللہ رب العزت حضرت والا کو اجر عظیم فرمائے اور اس کتاب کی طباعت میں جن لوگوں نے سعی کی اللہ انکے مجاہدے کو شرفِ قبولیت بخشے۔

آمین۔

(حضرت مولانا) انظر شاہ قاسمی ایم.اے

خطیب مکہ مسجد بنگلور

تمہیدی مقدمہ

بعد الحمد والصلوٰۃ، برادرانِ اسلام کا یہ کمترین خادم خدمت عالی میں عرض رسا ہے۔ یہ حقیقت مسلّم ہے کہ دانشمندوں کی نظر میں کامیاب زندگی وہی زندگی ہے جس کے نتیجے میں آخرت کے عذابِ الیم سے نجات مل سکے اور رضائے الٰہی نصیب ہو۔ اس مقصد عظیم کو حاصل کرنے کے لیے حق تعالیٰ کی جانب سے ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت اور آپ کی سنت وسیرت اور حیوٰۃ طیبہ کو علماً، عملاً وحالاً اپنا لینا۔ اس کی چند منازل ہیں۔

(نمبر۱) دنیا کے فنا وزوال اور ضرر وفائدہ کو سوچ کر اس کی محبت سے دل سرد ہو کر آخرت کی تعمیر کے لیے دین کی طرف رغبت پیدا ہو جانا۔

(۲) دین کا علم حاصل کرنے کے لیے علماء کرام کی صحبت کی ضرورت محسوس کر کے حصول علم اور اطاعت علماء واولیاء کو سرمایۂ حیات سمجھنا۔

(۳) پھر اللہ تعالیٰ کے فضل اور یاوریٔ قسمت سے حضور ﷺ کی محبت اور عاشقانہ اطاعت سے سرفراز ہو جانا جو اطاعت الٰہی ہی ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. جس نے رسول کی تابعداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی تابعداری کی۔

ابتدائے اسلام سے صدیوں تک بوجہ قرب عہدِ نبوت کے یہ حالت ہوتی تھی کہ عام اہلِ اسلام علومِ دین اور اعمالِ دین کو خود بخود حیات دنیا کی غایت سمجھ کر علوم دین اور اعمال دین کو جان سے بھی عزیز سمجھتے ہوئے علمائے کرام کی علمی خدمات کو ان کا احسان سمجھتے تھے۔

جب سے دنیا کی محبت غالب ہوئی ہے اور دین اور علم دین کی محبت میں کمی آئی ہے اور آخرت میں اس کے برے انجام کو علماء کرام اہل اللہ جانتے تھے تو مخلوقِ خدا پر شفقت کے باعث علماء کرام خود نکلنے لگے عام مخلوقِ خدا کو دین کے فوائد بتانا اور دین کی طرف بلانا شروع ہو گیا اور امر ونہی اور احکامِ دین کی تبلیغ میں خود اقدام کرنے کو شب وروز کا مشغلہ بنا

لیا۔تاکہ آخرت کے عذابِ الیم اور شرمندگی سے امتِ حبیبؐ کی نجات ہو، قیامت کے ہولناک نتائج اور امتِ حبیبؐ پر نہایت شفقت کے باعث...........

اس سلسلے میں حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جدید طرز کو اختیار فرمایا کہ کچھ خاص اصول کے ماتحت سمجھدار لوگوں کی جماعتوں کو علمائے کرام کی نگرانی میں تبلیغِ دین کے لیے دور دور بھیج دیتے تھے۔اور عوام کے دلوں میں دین کی اہمیت پیدا کر کے علمائے کرام سے جڑوانے کی کوشش فرماتے تھے اور علماء کو از خود دین کے پھیلانے میں جدوجہد کی تلقین فرماتے تھے تاکہ مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ یعنی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت جو قیامت میں مدارِ نجات ہے۔علماء کرام کے ذریعہ عام امت تک پہنچ سکے۔اس نظام کو حضرت دہلویؒ نے میوات کے علاقے میں آزمایا اور نہایت کامیاب رہا۔اسی طرح آپ کے خلف الصدق حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جیؒ نے بھی تقریراً اور تحریراً اس نظام کی خوب آبیاری فرمائی۔جزاهما الله تعالٰی احسن الجزاء.

بندۂ عاجز کو بھی اس سلسلے کے دورِ اولیٰ میں کچھ عرصہ دوڑ دھوپ کی سعادت حاصل ہوئی تھی، چند دن رائے ونڈ میں بھی گذارے تھے۔الحمد اللہ عزوجل۔

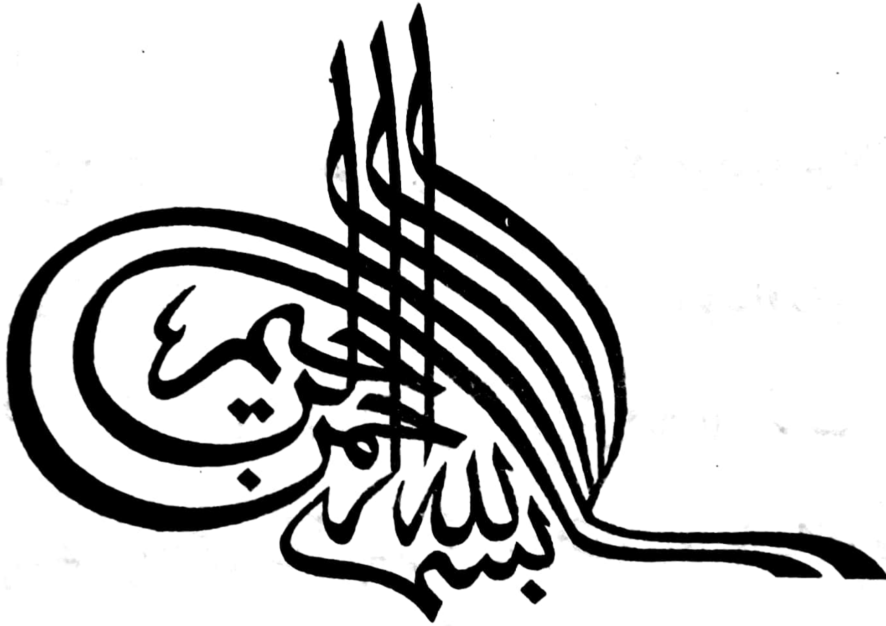
لیکن جب تک اس تحریک پر ان نفوسِ قدسیہ کا روحانی کنٹرول تھا، تربیت یافتہ علماء کی رہنمائی میں یہ چلتی تھی تو بامعنی اور بامقصد ہو کر عوام میں علمِ دین اور اعمالِ دین اور ذکر اللہ کی طلب اور محبت پیدا کرنے میں کامیاب تھی۔

..................لیکن تقدیرِ الٰہی ان حضرات کے وصال کے بعد جب زمامِ کار علومِ شرعیہ سے ناآشنا رہنماؤں کے ہاتھوں میں آیا جو علمِ ظاہر و باطن سے اور اس مبارک تحریک کی حقیقی غرض غایت سے نابلد تھے تحریک کے سلسلے میں صرف چند چلے دے دے کر بزرگوں کے نقال بن چکے تھے تحریک کی معنویت میں کمی آنا شروع ہوئی۔بعض بعض مقامات پر تحریک خالص ایک رسم کی شکل اختیار کر گئی، احکامِ شرعیہ سے بے نیازی شروع ہوئی، تبلیغی جماعت نے ایک دنیوی فرقے کا رنگ اختیار کیا، تبلیغ کے نام سے تکثیرِ سواد مقصد بننے لگا علماء کرام

سے اختلافات اور مقابلے شروع ہوئے، ہمچوقسم عوارض نے تبلیغ کے اس حسین حلیے کو بگاڑ دیا ۔اور حضرت دہلویؒ کا مقصدِ عزیز بالکل برعکس ہونے لگا، علم اور علمائے کرام سے قرب کی بجائے بعد اور ربط کے بجائے استغناء نظر آنے لگا۔تحریک معدودے چند رسوم کا مجموعہ بن گئی ۔بندہ نے یہ حالت دیکھ کر اکابرِ سلسلہ کی طرف رجوع کیا مگر بے سود رہا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب عم فیضہ، کی خدمت میں بھی ایک تفصیلی عریضہ بھیجا لیکن جواب سے تشفی نہ ہو سکی۔

حضرت کی کتاب ''تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات'' کا بھی مطالعہ کیا کچھ اطمینان نہ ہو سکا، بلکہ شکوک وشبہات اور بڑھنے لگے، جو کتاب کے آخر میں تفصیلاً عرض خدمت ہیں .... مجھے اپنے دل میں یہ شبہ ہوا کہ اغلبًا بندہ اپنے قصورِ بیان کی وجہ سے مافی الضمیر کو پورا ظاہر نہ کر سکا، اس واسطے بزرگوں کے فیوضات سے محروم رہا۔ انہی اسباب وعوامل کے ماتحت بندہ نے قلم اٹھا کر اپنے شکوک وشبہات کو تفصیل کے ساتھ قلمبند کرنا چاہا تاکہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور ان معروضات پر میرے عزیز تبلیغی احباب نے ٹھنڈے دل سے غور فرمایا تو پروردگارِ غنی کے فضل وکرم سے امید ہے کہ ان معروضات کی واقعیت اور اہمیت میرے عزیزوں کے قلوب میں اتر جائے گی۔ اور میرے عزیز جو باستثنائے اقلِ قلیل کے اکثر طالبانِ رضائے حق معلوم ہوتے ہیں اور دین کے بارے میں اپنی نیت میں مخلص اور از حد محتاط ہیں، ان پر توجہ فرمائیں گے اور قابل رفع شکایات کو رفع فرما کر جن بزرگوں کی طرف یہ سلسلہ منسوب ہے ان کا یہ صدقہ جاریہ اپنے اسی مخصوص اور مقبول رنگ میں اپنی سادگی سمیت تا قیام قیامت کامیاب جاری رہے گا اور امتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مشعلِ رشد وسعادت ہر زمانے میں بنتا رہے گا۔ **واللہ الموفق وھو نعم المعین و صلی اللہ تعالی علی حبیبہ خیر الخلق اجمعین .**

واضح رہے کہ بندہ کو اصل تبلیغ پر کوئی اعتراض نہیں نہ حضرات اکابر کی علمی تبلیغ سے کوئی شکوہ ہے .... مجھے شکایت ان عوارض سے ہے جو بعد میں پیدا ہوئے جن کی تفصیل کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ ☆☆☆


بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ سَیِّدِ الْعٰلَمِیْن وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن .مَادَامَ الْمَلْوَانِ مُتَعَاقِبِیْنَ وَالنُّوْرُ وَالظُّلْمَۃُ مُتَرَاقِبِیْنَ وَالسُّنَّۃُ وَالْبِدْعَۃُ مُتَدَافِقِیْنَ .

اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْن. آمِین

اَمَّا بَعد !

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حق کا مظہرِ اتم حسنِ مجسم ﷺ پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے سلسلۂ نبوت کو ختم فرمایا۔ اور قیامت تک آنے والی نسلِ آدم کی نجاتِ اخروی کا دارومدار آپ ہی کی شریعت اور کتاب اور آپ ہی کی سنن اور عادات پر رکھا ہے، جس نے آپ کی شریعتِ مقدسہ اور سنتِ مطہرہ کو علماً اور عملاً اپنالیا اس نے سب کچھ پالیا اور جو ان لازوال نعمتوں کو اپنانے سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ آپ کا قول، فعل، حال، امت کے لیے شریعت، طریقت، اور حقیقت ہے اور سعید روحوں کے لیے یہی دوڑ کی منتہیٰ ہے وَفِیْ ذَالِکَ فَلْیَتَنَا فَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (الآیہ)

دین کا سیکھنا سکھانا ہر مسلمان پر فرض ہے:

اب یہ کہ قیامت تک آنے والی نسلوں تک آپ کی تعلیمات کے پہنچانے کا کیا انتظام ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہ انتظام فرمادیا کہ دین کے سیکھنے اور سکھانے کو ہر عاقل و بالغ پر فرض ٹھہرایا طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَہ، اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ (الحدیث) یہی دین کے سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ ہے جس پر دین کے بقا کا دارومدار ہے اور یہی تبلیغ دین کی صحیح حقیقت ہے کہ حضور ﷺ

کا دین متزل خود دیکھے اوروں کو سکھائے۔

سلفِ امت نے زمانے کے مختلف نشیب وفراز کے مطابق مختلف طریقوں سے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے جسم وجان سے، زبان وسنان سے، سیف وقلم سے، علوم وحکم سے جس کے نتیجہ میں ہزاروں لاکھوں علمائے کرام مجتہدین عظام اور مجاہدین اولوالعزم پیدا ہوئے جنھوں نے تعلیمی اور تبلیغی جدوجہد سے دین حق کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔ دین کے ہر شعبے میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں حجت پوری ہوگئی۔ یہ عذر نہ رہا کہ حضور ﷺ کے علوم دنیا میں نہیں رہے۔ جیسے یہود ونصاریٰ کے علوم اور کتب دنیا سے ناپید ہوگئی ہیں شَکَرَ اللّٰهُ تَعالٰی سَعْیَهُمْ وَ مَتَّعنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِعُلُومِهِمْ وَ سُنَنِهِمْ آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

موجودہ دور میں ہندوستان کے خطے پر چند صدیوں سے یہ نظر آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین حق کی حفاظت اور خدمت کے لیے یوپی اور بالخصوص دہلی، دیوبند اور سہارنپور کے گردو نواح کو مخصوص فرمایا ہے اسی خطے سے علومِ دین کے اور حفاظتِ دین کے کتنے وہ فوارے پھوٹ پڑے جسکی نظیر قریبی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا سلسلہ:

چنانچہ موجودہ دور میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ اور آپ کے خلف الصدق حضرت یوسف العصر مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہما نے امت مرحومہ کے عوام کی دینی اصلاح کے لیے تبلیغ کے نام سے ایک سلسلہ چلایا جس کے سربراہ آپ حضرات خود اور آپ حضرات کے رنگ میں رنگے ہوئے علماء ربانیین ہوتے تھے یہ سلسلہ نتائج کے لحاظ سے علماء کرام کی نگرانی میں بہت مفید اور کامیاب رہا ہزاروں دین کے رنگ میں رنگے ہوئے اور دینی شعور والے پیدا ہوگئے سلسلہ بامقصد اور بامعنی چلتا رہا ملک اور بیرون ملک میں ایک ایسی وسیع جماعت پیدا ہوئی، کہ غریب ہوں تو بھی اپنی غربت اور افلاس کے باوجود اپنی عزیز پونجی اور عزیز وقت اس علمی تبلیغ میں لگانے کو کامیابی اور فلاح دارین سمجھتے تھے اور درمیانہ وسعت والے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تبلیغ دین کی خاطر دور دراز غیر

ممالک میں چلنے پھرنے دینے کو اپنے مال وجان کا بہترین مصرف سمجھتے تھے۔ علمی اور تبلیغی اسفار میں ان کو روحانی سرور اور سکون ملتا تھا چنانچہ بندۂ کمترین بھی خوش قسمتی سے ایک معتد بہ زمانہ ان سے منسلک رہا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

ائمہ تحریک کے وصال کے بعد:

لیکن ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ عوام جتنے جتنے اس تحریک سے متاثر ہوتے جاتے تھے۔ علم کے بغیر اس سلسلے کے ظاہری شان وشوکت کو اپناتے جاتے، اور علم سے جو اس تحریک کی بنیاد اور مقصدِ وحید تھا مستغنی ہونے لگے یہاں تک کہ نتیجۂ ائمہ تحریک کے بعد جو بذاتِ خود علمائے اعلام اور فضلائے عظام تھے۔ انجان ناخواندہ عوام اس تحریک کے خلفاء اور امراء بنے جو چلوں اور سہ روزوں کے اثر سے فعّال بن چکے تھے اور تحریک کو اپنے قبضے میں لے لیا، بنا بریں سلسلے کی معنویت اور نورانیت میں کمی آنی شروع ہوگئی۔ اور اس مقدس علمی سلسلے نے ایک رسم کی شکل اختیار کرلی، جس سے اسلامی شعور رکھنے والے دیندار لوگوں میں طرح طرح کی شکایتیں پیدا ہونے لگیں۔ بے علم عوام نے جب کبھی مذہب کی پیشوائی پر قبضہ کیا ہے نتیجہ خراب ہی نکل آیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم نے اپنی عالی نظر کے مطابق شکایات کے جوابات بھی شائع فرمادئے، لیکن جوابات میں حضرت الشیخ کی نظر اس سلسلے کی اس صالح ابتدائی حصے پر تھی، جو بزرگوں کے زمانے میں تھا۔ اور شکایات موجودہ حالت کی ہیں، جو بے بصیرت ناخواندہ بہی خواہوں کے ہاتھوں یہ سلسلہ اپنا تقدس اور معنویت کھوچکا ہے۔

بحمد اللہ اب بھی جابجا حضرتؒ کے علمی اصول پر بعض مقامات پر علمی تبلیغ پائی جاتی ہے۔! لیکن اکثر مقامات پر جہالت اور رسمیت کی آگ لگ چکی ہے۔

۱: کلمات مذکورہ آج سے تقریباً اکتالیس سال قبل کے ہیں موجودہ دور میں تو حضرت دہلویؒ کے اصول کے مطابق علمی تبلیغ مفقود ہوگئی ہے۔ ہر جگہ ہر علاقے اور ہر صوبہ میں ان کی شدت پسندی، اہانت علماء ربانیین، مخالفت درسِ قرآن نیز تبلیغی جماعت کی تائید میں قرآن وحدیث کے ارشادات توڑ مروڑ کر پیش کرنے اور من گھڑت واقعات کی کہانی سننے کو ملتی ہے، تجربہ کرکے دیکھ لیجئے لیکن انصاف شرط ہے۔

ع۔اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

چاہئے تھا کہ تحریک کے انجان امراء کی خبر گیری ہوتی اور ان کو علم کی پابندی کے لیے مجبور کرنے کی کوشش کی جاتی لیکن وائے بدقسمتی............

ملفوظ حضرت دہلویؒ:

حضرت دہلوی انار اللہ برہانہ کے جو ملفوظات مولانا محمد منظور نعمانی نے جمع فرمائے ہیں، ان کی قسط اول کا (نمبر۱) ملفوظ حسب ذیل ہے۔

"انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی عام حالت یہ رہی ہے کہ جوں جوں زمانۂ نبوت سے ان کو بعد ہوتا تھا، دینی امور عبادات وغیرہ اپنی روح اور حقیقت سے خالی ہو کر ان کے ہاں محض رسوم کی حیثیت اختیار کر لیتے تھے اور ان کی ادائیگی بس ایک پڑی ہوئی رسم کے طور پر ہوتی تھی۔اس گمراہی اور بے راہ روی کی اصلاح کے لیے پھر دوسرے پیغمبر مبعوث ہوتے تھے جو اس رسمی حیثیت کو مٹا کر امتوں کو امورِ دین کی اصل حقیقتوں اور حقیقی روحِ شریعت سے آشنا کرتے تھے سب سے آخر میں جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس وقت کی جن قوموں کا تعلق کسی سماوی دین سے تھا، ان کی حالت بھی یہی تھی کہ ان کے پیغمبروں کی لائی ہوئی شریعت کا جو حصہ ان کے پاس باقی بھی تھا تو اس کی حیثیت بھی بس چند بے روح رسوم کے مجموعہ کی تھی۔انہی رسوم کو وہ اصل دین و شریعت سمجھتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان رسوم کو مٹایا اور اصل دینی حقائق اور احکام کی تعلیم دی۔امت محمدی بھی اب اس بیماری میں مبتلا ہو چکی ہے۔اس کی عبادات تک میں یہ رسمیت آ چکی ہے حتیٰ کہ دین کی تعلیم بھی جو اس قسم کی ساری خرابیوں کی اصلاح کا ذریعہ ہونی چاہئے تھی وہ بھی بہت سی جگہ ایک رسم سی ہی بن گئی ہے۔لیکن چونکہ سلسلۂ نبوت اب ختم کیا جا چکا ہے اور اس قسم کے کاموں کی ذمہ داری امت کے علماء پر رکھ دی گئی ہے، جو نائبینِ نبی ہیں۔تو انہی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس ضلال اور فسادحال کی اصلاح کی طرف خاص طور سے متوجہ ہوں" (ملفوظات ص ۱۳/۱۴)۔

چونکہ بندہ بھی اپنے آپ کو حلقہ بگوشان سلسلہ امدادیہ اور بالخصوص حضرات سادات اہل

تبلیغ کا ایک ادنیٰ خادم سمجھتا ہے۔ ارادہ ہوا کہ اس سلسلے میں جو کچھ داماندگیاں مجھے نظر آرہی ہیں اپنے رفقاء کار کی خدمت اقدس میں عرض کروں، تاکہ اگر ان کو اس طرف توجہ ہوئی، اور اصلاح کی طرف جدو جہد فرما گئے، تو ہوسکتا ہے کہ جس طرح اس سلسلے کی ابتداء تھی، اسی طرح پھر یہ سلسلہ رسمی اور بدعاتی رنگ و روپ چھوڑ کر مطابق سنت رنگ لے سکے۔ اور بزرگوں کا یہ صدقہ جاریہ اپنے اصلی رنگ ڈھنگ میں تاابد جاری رہ سکے۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیز وَاللّٰہُ الْمُستَعَانُ وَھُوَ الْمُوَفِّق.

تبلیغی رفقاء کا معمول ہے:

کہ علاقے میں کسی مرکزی مقام کو مخصوص کئے ہوئے ہر جمعرات کی شام کو وہاں جمع ہو کر بعد نماز مغرب عشاء تک اپنی چھ باتوں کی مخصوص تقریروں کو زور وشور کے ساتھ دہراتے ہوئے سہ روزوں اور چلوں میں نکلنے کی دعوت دیتے ہوئے نکلنے والے لوگوں کی جماعتوں کی تشکیل کیا کرتے ہیں۔ بعد نماز عشاء نام درج کرنے والوں کے سوا باقیوں کو جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ تشکیل میں نام درج کرنے والے مسجد میں تقرب اور ثوابِ عظیم سمجھتے ہوئے رات گزار کر نماز فجر کے بعد حسب دستوران کی رخصتی ہوتی ہے۔ جماعتوں کی رخصتی کے وقت کو خاص ساعت مقبولہ سمجھتے ہوئے نہایت تضرّع وزاری کے ساتھ دعا مانگتے ہیں اور اس عملِ خروج کو ایک مجاہدانہ اور متعبدانہ رفیع الشان عمل مقدس جانتے ہیں۔ اس عمل کے کئی اجزاء ہیں یہ کہ:-

(۱) اس عمل کے لیے شب جمعہ کی تخصیص کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

(۲) رات کو مسجد میں عبادت اور کار ثواب سمجھتے ہوئے سونا۔

(۳) تبلیغی سفر کے لیے یوم الجمعہ قبل الزوال وقت کو مخصوص کرنا۔ اور اس دن کے خروج کو شرعاً واجب، سنت، مستحب یا بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ اجر وثواب جاننا۔

شب جمعہ کی تخصیص:

(۱) شب جمعہ کا یہ اجتماع اہل تبلیغ کے ہاں مقدس مذہبی اجتماع اور عظیم الشان عمل ثواب ہے اور بہ نیت تقرب اور ثواب کے کسی بھی عبادت کے لیے شب جمعہ کی تخصیص رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ممنوع ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ لاتختصو لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی (رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ شریف ج ۱، ص ۱۷۹)۔ "ترجمہ۔ مت خاص کرو شب جمعہ کو کسی عبادت کے لیے اور راتوں میں سے۔"

قیام کا لفظ اصطلاح شریعت میں نوافل کے لیے استعمال ہوتا ہے تو نوافل میں عبارۃ النص ہے اور باقی مشاغل دین کے لیے دلالۃ النص ہے۔ ۱۲

رات کو مسجد میں سونا:

(۲) اور رات کو مسجد میں سونا اگر بہ ضرورت یا بہ سبب کسی مجبوری کے ہو تو جائز ہے جیسے مسافر کے لیے یا معتکف کے لیے یا طالب علم کے لیے جیسے اہل صفہ تھے۔ سوائے اس کے ناجائز ہے۔

حضرت علامہ تھانوی انار اللہ برہانہ نے فتاویٰ امدادیہ تتمہ ثانیہ کے صفحہ نمبر ۱۹۰ پر درمختار سے ایسا نقل فرمایا ہے۔

اور جب بغیر کسی مجبوری کے مسجد میں سونے کو عمل دین کار ثواب جانتے ہوئے عادت ڈالی جائے تو گمراہی اور بدعتِ قبیحہ ہوگی کیوں کہ ناجائز کو کار ثواب جاننا گمراہی ہے اور پھر اس کو عام عادت بنانا بدعت ہے۔

جمعہ کے دن سفر کے جواز میں اختلاف:

(۳) جمعہ کے دن قبل الزوال سفر کے متعلق فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ جمعہ

کے دن زوال کے ساتھ ظہر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔
اور اذان کے ساتھ خطبہ واجبہ اور فرض آکد الفرائض نماز جمعہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بنا بریں تمام فقہائے کرام کے نزدیک زوال کے بعد نماز سے پہلے سفر کرنا حرام ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کو قانون شرعی کی رو سے جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور جمعہ کے دن بعد الفجر قبل الزوال جانے میں ائمہ اربعہ میں اختلاف ہے۔ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے تین قول ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ جو طلوع فجر کے وقت حاضر ہو وہ نماز جمعہ سے پہلے سفر نہ کرے۔ حضرت امام شافعیؒ کے دو قول ہیں قول قدیم میں جائز اور قول جدید میں حرام ہے۔ جیسے سفر بعد الزوال حرام ہے۔
حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک زوال سے پہلے دینی سفر ہو یا دنیوی سفر مطلقاً بطور رخصت جائز ہے یعنی بہ مجبوری اگر قافلہ انتظار نہ کرتا ہو اور ضرورت ہو تو جانا جائز ہے۔ البتہ عزیمت اور فضیلت نہ جانے میں ہے ہم اور ہمارے احناف بھائی بیشک اپنے مذہب کے پابند رہیں گے۔ لیکن ہمارا مذہب جواز بمعنی رخصت ہے نہ بمعنی عزیمت۔ یعنی سنت واجب اور کار ثواب نہیں ہے۔ بضرورت جائز ہے بنا بریں اس عمل خروج کو اور ایسے ہر اس عمل کو جو فی نفسہ مباح اور جائز ہو جب بہ عقیدت ثواب اور بہ نیت دین کے اس کی عادت ڈال دی جائے جسکو دیکھ کر انجان عوام اس کو عمل دین اور سنتِ شرعی عمل ثوابِ سمجھنے لگیں تو وہ عمل ایسی حالت میں پھر بدعت سیئہ اور مکروہ تحریمی عملاً حرام ہو جاتا ہے۔ طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں جو فقہ احناف کی معتبر کتاب ہے، سجدۂ شکر کی بحث میں اسی طرح لکھا ہے۔

ایک قابل غور حقیقت:

ایک حقیقت قابل غور ہے کہ تبلیغ دین کے لیے شریعت کی جانب سے کوئی خاص دن نہ کوئی خاص وقت مقرر ہے ہر وقت ہر دن جا سکتے ہیں علمائے اصول فقہ کا ارشاد

ہے کہ جو حکم شرعی منجانب شارع عام مطلق ہو۔اس میں کوئی قید کی تخصیص اپنی جانب سے لگانا اور اس مطلق کو مقید کرنا یہ اس کو منسوخ کرنا ہوتا ہے۔یعنی حکم شارع کو جو مطلق تھا،اس کو منسوخ کر کے اپنی جانب سے بجائے اس کے حکم مقید کو نافذ کیا گیا جس کی حقیقت دین کو بدل دینے کی ہوگئی ا،اور ساتھ اس کے نماز جمعہ جس کا تعلق مخصوص دن مخصوص وقت کے ساتھ ہے جس کے ترک کرنے یا تاخیر کرنے میں از روئے احادیث گناہ عظیم ہے۔

حیرت ہے کہ اہل تبلیغ جنہوں نے دین کے نام پر قربانیاں دینے کے لیے کمریں باندھ رکھی ہیں پھر بھی شب جمعہ کی حضورﷺ کی جانب سے ممنوع اجتماع کو بلا دلیل عملِ قربت اور عملِ ثواب بنالیا ہے اور جمعہ کے دن خروج اور سفر کو باوجود حرام و حلال کے اندر مختلف فیہ ہونے کے اسی جامع مسجد ہی سے جہاں رات گزاری تھی جائز کیا ثواب عظیم بنالیا۔اور کسی خاص علاقے اور خاص قوم کا رونا بھی نہیں ساری امت کو اسی ڈگر پر لاڈالنے کے لیے روایاتِ شرعیہ کے بغیر قرآن اور حدیث کے برخلاف بانی سلسلہ حضرت شیخؒ کی تعلیم کے برخلاف امتِ حبیب کو ایک عام دعوت کے ذریعہ

ا: شریعت مطہرہ کے کسی بھی حکم مطلق کو مقید اور حکم مقید کو مطلق کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے،شریعت کا جو حکم مطلق ہے وہ قیامت تک مطلق اور جو حکم مقید ہے وہ قیامت تک مقید ہی رہے گا،اگر کوئی شخص بغیر کسی دلیل شرعی کے محض اپنی رائے سے شریعت کے کسی مطلق حکم کو مقید اور مقید حکم کو مطلق کرتا ہے تو اس کا یہ فعل احداث فی الدین اور بدعت ہے،چنانچہ علامہ ابواسحاق شاطبیؒ لکھتے ہیں:فالتقييد في المطلقات التي لم يثبت بدليل الشرع تقييدها رأي في التشريع "ان مطلقات کو مقید کرنا جن کی تقیید دلیل شرعی سے ثابت نہیں شریعت میں اپنی رائے کو دخل دینا ہے"(الاعتصام ج ۱،ص ۳۴۵،۳۴۶ مطبوعہ المكتبة التجارية الكبرى، مصر)

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ"کوئی امر بدون اذن شرعی دین کے طور پر مقرر کرنا ناجائز ہے اور بدعت یہی ہے ۔(وعظ السرور بحوالہ الکلام البلیغ)

بگاڑنے کی جدو جہد کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا ،یا للعجب۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

میں یہ نہیں کہتا کہ سچ مچ نماز جمعہ ترک ہی کرتے ہوں گے لیکن بلا دلیل یہ ترک کی شکل وصورت علی الاعلان بہ ہیئت اجتماعی بہ اعتقاد ثواب عظیم کیوں اختیار کی جارہی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا تخول:

ہوسکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ عبداللہ ابن مسعودؓ ہر یوم الخمیس جمعرات کے دن کو وعظ فرمایا کرتے تھے،ایک شخص نے عرض کیا یا اباعبدالرحمٰن میری تو چاہ یہ ہے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ دیا کرتے فرمایا کہ میرے لیے مانع یہ ہے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے دل میں ایسا کرنے سے ملال پیدا ہو لیکن میں گاہ گاہ وعظ کیا کروں گا۔جیسا کہ نبی ﷺ ہمیں گاہ گاہ وعظ فرمایا کرتے تھے۔تاکہ ہمیں دلتنگی نہ ہو (الحدیث/۱۲ بخاری کتاب العلم)۔

جواب یہ ہے کہ یہاں پر تو سننے والا روزانہ سننے کا طالب ہے اور عبداللہ ابن مسعودؓ روزانہ بیان سے حضور ﷺ کی عادت مبارک کی اتباع کا عذر پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ گاہ گاہ ایسا کرتے تھے،لہذا میں بھی حضورؐ کی اتباع میں گاہ گاہ بطور تخول ایسا کیا کرتا ہوں نہ کہ جمعرات کے دن کی کوئی خصوصیت اسکی بناء تھی ورنہ ایک حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کیا،اجلۂ صحابہ سب کے سب پھر جمعرات کے وعظ کو ایک شرعی عمل بنا لیتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔

علامہ بدرالدین عینی نے اس مقام پر ابن بطال سے نقل کر کے لکھا ہے۔فیہ ما کان علیہ الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم من الاقتداء بالنبی ﷺ والمحافظۃ علی سنتہ علی حسب معاینتھم لھا منہ وتجنب مخالفتہ لعلمھم بما فی موافقتہ من عظم الاجر وما فی مخالفتہ بعکس ذالک. انتھی

"ترجمہ: عبداللہ ابن مسعودؓ کے اس عمل میں صحابہ کرام کی اقتداء اور پیروی سنت کا پورا نقشہ ہے کہ جیسے حضور علیہ السلام کو دیکھا اسی طرح کر رہے ہیں اور آپ کی ذرہ برابر مخالفت سے بھی پرہیز فرماتے ہیں کیوں کہ سب کو علم تھا کہ آپ کی موافقت میں کتنا بڑا اجر ہے اور مخالفت میں کتنے عظیم نقصان کا خطرہ ہے۔انتہی۔

یہاں پر اہل تبلیغ اگر حضورؐ کے اتباع کے شوقین ہوتے تو جمعرات کے دن حضورؐ کی سنت کے مطابق اہل علم کے وعظ کا انتظام فرمالیتے ،لیکن کاش ہمارے رفقائے تبلیغ حضرت شیخ دہلویؒ کی تعلیم اور خواہش کے مطابق علم کے دلدادہ ہوتے اور حضورؐ کی سنت کے عاشق ہوتے یہاں پر تو جمعرات کی رات ہی کے اجتماع کو ایک رسم بنالیا گیا ہے اور اپنے میں سے کسی کو کھڑا کر کے وہی رٹی ہوئی تقریریں دہرا کر اپنی رسم کو زیروزبر کی پابندی کے ساتھ پورا کر کے علی الصباح جمعہ کی نماز سے گم ہوجاتے ہیں. ھو الرب الھادی.

جمعہ کے شب حضرت دہلویؒ کا ارشاد عالی:

جمعہ کے دن کے متعلق حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہ کا ایک ارشاد عالی ملفوظات کے صفحہ نمبر۹۲/ پر درج ہے۔فرماتے ہیں اہل علم اور اہل اثر حضرات ایک سلسلہ یہ شروع کریں کہ ہر جمعہ کے لیے پہلے سے سوچ کر طے کرلیا کریں کہ یہ جمعہ فلاں محلّہ کی مسجد میں پڑھیں گے۔اور اس انتخاب میں غریب پسماندہ اور جہل زدہ آبادیوں کا زیادہ لحاظ رکھیں۔مثلاً جن حلقوں میں دھوبی، سقے، تانگہ گاڑی چلانے والے، قلی اور سبزی فروش جیسے لوگ بستے ہوں، جن میں دین سے جہالت اور غفلت اگرچہ بہت زیادہ ہے، لیکن تمرد اور انکار کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی ہے تو ایسے لوگوں کی کسی آبادی کی مسجد پہلے سے تجویز کرلیں اور اپنے اہل تعلق اور ملنے جلنے والے لوگوں کو بھی اس کی اطلاع دے دیں اور ساتھ چلنے کی بھی انہیں ترغیب دیں۔پھر وہاں پہنچ کر نماز جمعہ سے پہلے محلّہ میں تبلیغی گشت کر کے لوگوں کو نماز کے لیے آمادہ کر کے مسجد میں لائیں۔پھر تھوڑی دیر کے لیے انہیں روک کر دین کی اہمیت اور اس کے سیکھنے کی ضرورت ان کو سمجھا کر دین

سیکھنے کے واسطے تبلیغی جماعتوں میں نکلنے کی دعوت دیں اوران کو سمجھائیں کہ اس طریقہ پروہ چند روز میں دین کا ضروری علم وعمل سیکھ سکتے ہیں۔ پھراس دعوت پر اگر تھوڑے سے تھوڑے آدمی بھی تیار ہو جائیں تو کسی مناسب جماعت کے ساتھ ان کو بھیجنے کا بند وبست کریں۔ ۱۲ انتہی

سبحان اللہ ! کیا سیدھا سادہ مقتضائے دین اور حق تبلیغ کے مطابق عمل ارشاد ہے۔ اسکنه الله تعالی فی فرادیس جنانه. اپنے ہی حلقے میں بلا کسی دور دور کے اہل غفلت کے پاس جانا ہے اور نماز جمعہ سے پہلے گشت کر کے ان لوگوں کو نماز جمعہ کے لیے آمادہ کر کے لانا ہے سمجھانا ہے اور بعد نماز کے ان کو بھیجنا ہے۔

نماز جمعہ کی اہمیت قرآن پاک سے:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :وَاِذَانُودِیَ لِلصَّلٰوۃِمِنْ یَّومِ الْجُمُعَۃِفَاسْعُوْا اِلٰی ذِکرِاللّٰہ وَذَرُوالبَیْعَ .ذَالِکُمْ خَیرٌلَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُونَ.فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُفَانْتَشِرُوا فِیْ الاَرْضِ وَابْتَغُومِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوَاللّٰہُ کَثِیْرًالَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْن.(الآیه).

ترجمہ: اور جب آواز دی جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو دوڑ و اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑ و خرید وفروخت، یہ جانا تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔ پس جب نماز پوری ہوگئی پھر پھیل جاؤ زمین میں اور طلب کرو اللہ تعالیٰ کا فضل اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو بہت بہت امید ہے کہ کامیاب ہو جاؤ گے۔

جمعہ کے دن ساعت مقبولہ:

یہ حقیقت ہے کہ پنج وقتہ فرض نمازیں باجماعت ہی فرض کیے جا چکے ہیں۔ اس لیے باجماعت ادائے نماز ہی ادائے کامل ہے۔ بنابریں ہر دن یوم الجمعات ہی رہا۔ لیکن حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسی ایک دن ہی کا نام یوم الجمعہ رکھا ہے اور

اس ایک وقت ظہر کی اجتماع کی نسبت سارے دن کی طرف فرما کر یہ اشارہ دیا کہ یہ دن سارا کا سارا اس ایک اجتماع ہی کا دن ہے اور یہی اجتماع اس دن اور اس رات کا مقصدِ اہم ہے جس کے لیے سارے شہر اور آس پاس کے قریٰ کو اجتماع کی دعوت شد و مد سے دی گئی ہے۔

شرعۃ الاسلام میں فرمایا ہے کہ حدیث مشہور ہے۔ ان فی یوم الجمعة ساعة لایوافقها عبد مسلم یسئل الله تعالٰی فیه شیئا الا اعطاه. ترجمہ ''جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال کرے نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ دے ہی دیتا ہے۔''

پھر اس ساعت کے تعین میں بہت سے اقوال نقل فرما کر آخر میں فرمایا ہے: ''کہ صحیح اور صواب جس کے بغیر اور کچھ نہ ہو وہ ہے جو صحیح مسلم شریف میں ہے۔ حضرت ابی موسیٰ اشعریؓ کی روایت کہ وہ ساعت وہی ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے نماز سے سلام پھیرنے تک...... (۱۲ شرح شرعۃ الاسلام ص ۱۴۵)

نماز جمعہ کی اہمیت احادیث رسول اللہ ﷺ سے:

اب یہ دیکھنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں جمعہ کی نماز کی کتنی قدر و قیمت ہے اور تارکین جمعہ پر کتنی پھٹکار ہے۔ اعوذ بالله من شر الجهل والغواية.

(۱) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ نحن الآخرون السابقون یوم القیامة بید انهم اوتو الکتاب من قبلنا واوتیناه من بعدهم ثم هذا یومهم اللذی فرض علیهم یعنی یوم الجمعة فاختلفوا فیه فهدانا الله له والناس لنا فیه تبع الیهود غدا والنصاری بعد غد..

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم ہیں پیچھے آنے والے دنیا میں اور سب سے پہلے قیامت میں جنت جانے والے سوائے اس کے کہ ان یہود

اور نصاریٰ کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی۔ اور ہم کو ان کے بعد۔

پھر یہ جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض فرمایا تھا، انہوں نے اختلاف کیا ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت بخشی۔ ہم نے قبول کیا اور یہ لوگ ہمارے تابع ہیں یہود کل ہیں یعنی ہفتہ کے دن اور نصاریٰ پرسوں اتوار کے دن یعنی جمعہ کو دونوں نے چھوڑا، جو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا دن تھا۔

(۲) روح المعانی میں ہے **عن جابر ان رسول الله ﷺ خطب فقال ان الله افترض عليكم الجمعة في مقامي هذا في يومي هذا في شهري هذافي عامي هذا الى يوم القيامةفمن تركها استخفافا بها اور حجورا بها .(بدائع الصنائع** میں ہے۔ **وتهاونا بحقها)فلا جمع الله شمله ولا بارك له في امره الا ولا صلوٰة له ولا زكوة له ولا حج له ولا صوم له ولا بر له حتى يتوب فمن تاب تاب الله عليه .(الحديث). اخرجه ابن ماجه.**

عنایۃ اور کفایہ میں اس حدیث کو جیسے نقل فرمایا ہے دونوں میں **ولا حج له** کا لفظ متروک ہے۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرض کیا تم پر جمعہ کو اسی دن اسی شہر میں اسی سال قیامت تک پس جس کسی نے اس کو چھوڑا اس کو خفیف یعنی ہلکا جان کر یا انکار کر کے اور جمعہ کے حق کو ہلکا جان کر تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجتوں کو جمع نہ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ اس کے کام میں برکت ڈالے، خبردار رہو اس کی نماز قبول نہیں اور نہ اس کی زکوٰۃ قبول ہے اور نہ حج قبول ہے اور نہ روزہ قبول ہے اور نہ اس کی کوئی سی نیکی قبول ہے یہاں تک کہ اس عمل سے باز آجائے پس جو باز آیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ سبحان اللہ تارکین جمعہ کی کوئی نیکی قبول نہیں۔ **اعاذنا الله من شر الجهل .**

(۳) ابن عمرؓ کی حدیث ہے۔ **لينتهين اقوام عن ودعهم الجمعات او ليختمن**

الله علی قلوبهم ثم لیکونن من الغافلین .(الحدیث مشکوۃ شریف).

ترجمہ: منع ہو جائیں قومیں جمعوں کو ترک کرنے سے یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگائے گا، پھر غافلوں میں سے رہیں گے۔

شیخ عبدالحقؒ نے فرمایا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک ضرور ہوگا، یا تو ترک جمعہ سے باز آئیں گے یا ان کے دلوں پر مہر لگے گی، اور حق کی قبولیت سے محروم کئے جائیں گے۔ العیاذ باللہ العیاذ باللہ۔

(۴) ابوالجعد ضمریؓ کی حدیث ہے۔ من ترک ثلاث جمع تهاونا بها طبع الله علی قلبه.(الحدیث. ابو دائود، ترمذی، نسائی).

ترجمہ: جس کسی نے تین جمعے چھوڑے اس چھوڑنے کو ہلکا جان کر، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگائے گا۔

(۵) من ترک ثلاث جمعات من غیر عذر کتب من المنافقین (طبرانی فی الکبیر من حدیث جابر الجعفیؓ)۔

ترجمہ: جس کسی نے تین جمعے چھوڑے بغیر عذر کے وہ منافقوں میں سے لکھا جائے گا۔

(۶) ابن عباسؓ کی حدیث ہے: من ترک الجمعة ثلاث جمع متوالیات فقد نبذ الاسلام وراء ظهره.

ترجمہ: جس کسی نے تین جمعے پے در پے چھوڑے اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔

یہ احادیث فتح القدیر سے نقل ہوئی ہیں۔

(۷) حیاۃ الصحابہ میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے کہ حضورﷺ نے جمعہ کے دن خطبے میں فرمایا قریب ہے کہ ایک شخص مدینے سے ایک میل کے اندازے پر دور ہو اور جمعہ کو حاضر نہ ہو پھر فرمایا کہ قریب ہے کہ ایک شخص دو میل کے اندازے پر ہو اور جمعہ کو حاضر نہ ہو، تیسری بار فرمایا کہ قریب ہے کہ کوئی شخص تین میل کے اندازے پر مدینے سے دور ہو اور جمعہ کو حاضر نہ ہو اور اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگائے۔ (حیاۃ الصحابہ ۳/۲۰۴)

ان احادیث سے یہ صاف صریح معلوم ہوا کہ جمعہ گاؤں سے شہر آنے کا دن ہے، نہ کہ شہر سے گاؤں جانے کا، بموجب ان احادیث ہالا کے العیاذ باللہ العظیم۔ تارکین جمعہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ۔ میں سے قرار دیئے گئے۔

(۸) عبداللہ بن عباس کی روایت ہے۔ من ترک الجمعة من غیر ضرورة کتب منافقا فی کتاب لا یمحی ولا یبدل .

ترجمہ: جس کسی نے جمعہ چھوڑا بغیر ضرورت شرعی کے، منافق لکھا جائے گا اس کتاب میں جس میں محو و تبدیل نہیں ہے۔

تبکیر یعنی نماز جمعہ کے لئے سویرے آنے کی احادیث:

(۹) حدیث تبکیر جمعہ: یعنی جمعہ کے دن سویرے جامع مسجد جانا۔ اگر چہ یہ عمل از روئے شرع شریف مستحب اور قربت عمل ثواب ہے اور آج مسلمانوں نے فرائض دین سے روگردانی کر لی ہے تو مستحب کا کیا شکوہ مناسب ہے لیکن یہاں پر اس باب میں اصل عزیمت کو واضح کرنا مقصد ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ حضرت شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی نگاہوں میں جمعہ کے دن آنا جامع مسجد کو کار ثواب تھا یا کسی بھی رنگ میں جانا کار ثواب تھا۔

یوم الجمعہ کی سنتوں کی بحث میں شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے ویبکر إلی الصلوۃ تبکیرًا ای یاتی إلیھا بکرۃ وھی اول النھار ولہ فضل عظیم.

ترجمہ: اور سویرے آنے نماز کے لیے سویرے دن کے پہلے حصے میں اور اس کی بہت بڑی بہتری ہے۔ پھر حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ملائکہ کرام جامع مسجد کے دروازے پر مامور ہوتے ہیں سویرے آنے والوں کے نام لکھتے ہیں پہلی ساعت میں یعنی صبح صادق سے طلوع آفتاب تک آنے والوں کو اتنا اجر لکھتے ہیں جتنا کسی نے اونٹ اللہ تعالی کے نام پر دیا ہو۔ پھر دوسری ساعت میں آنے والے کو گائے جتنا پھر تیسری ساعت میں بکری جتنا پھر مرغی جتنا، پھر جب امام صاحب نکلتے ہیں تو فرشتے سب صحیفے بند کر کے منبر کے قریب آ کر اللہ تعالی کی باتیں سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں پھر

جوکوئی اس کے بعد آتے ہیں وہ صرف نماز کے لیے آئے ہوئے ہوتے ہیں زیادہ اجر کے مستحق نہیں ہوتے۔

(۱۰) حضور ﷺ کے زمانے میں جمعہ کے دن بعد فجر چراغ کی روشنی میں آنے والوں سے جامع مسجد کے راستے بھرے ہوئے ہوتے تھے پھر جب کچھ مدت گزر جانے کے بعد وہ بات نہ رہی تو کہا گیا کہ۔:اول بدعة احدثت فی الاسلام ترک البکور الی الجامع ۔ ترجمہ: پہلی بدعت جو اسلام میں پیدا ہوئی وہ جامع مسجد کو سویرے جانے کا چھوٹ جانا ہے۔

سویرے جانے کے چھوڑنے کو بدعت کہا گیا ہے اگر چہ اس بلیے میں عام امت مبتلاء ہے یہ شکایت کوئی خاص تبلیغی جماعت سے نہیں ہے لیکن پھر بھی ایسی جماعت جنہوں نے خدمت دین کے لیے کمر باندھ رکھی ہے اور دین کے لیے گھر بار چھوڑ کر خروج اور صحابہؓ کرام کی تقلید میں سفر اختیار کر رہے ہوں ایسے لوگوں کی جانب سے سویرے جمعہ کے دن تبکیر سنت رسول کے بجائے صبح سویرے سے نفیر عام باہر بھاگ نکلنا دیکھنے میں آنا باطنی سوء اعتقاد کی علامت معلوم ہوتی ہے، بنیادی کجی اور زیغ وفساد کی غمازی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے۔

بدعت منحوس کا یہی نتیجہ ہوتا ہی ہے کہ اپنی مصنوعی بدعت کو احسن اور اہم اور شرعی طریق سنت کو غیر اہم سمجھتے ہوئے راہ شریعت سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے ہیں، سویرے آنا یا دیر میں آنا تو درکنار یہاں تو رات کے آئے ہوئے جامع مسجد ہی سے صبح سویرے جانے میں تبکیر سے کام لیتے ہیں۔ صحابہؓ کرام کا عمل تھا جمعہ کے لیے آنے میں تبکیر اور ہمارے تبلیغی مجاہدوں کا عمل جمعہ کے دن جامع مسجد سے چلے جانے میں تبکیر، برا ہو جہالت کا۔ العیاذ باللہ۔

(۱۱) حدیث شریف میں ہے، کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کے دیدار میں قرب وبعد جمعہ کو سویرے جانے اور تاخیر سے جانے کے اندازے پر ہوگا۔ سویرے جانے والا آگے آگے ہوگا اور تاخیر سے آنے والا پیچھے پیچھے ہوگا۔

یہ آخری تین احادیث شرعۃ الاسلام سے لی گئی ہیں۔اب ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ نبی علیہ السلام کا عمل اور حضور ﷺ کے یاروں کا عمل جمعہ کے دن کیا تھا جامع مسجد اور شہر آنا تھا یا جانا تھا۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

کیا صحابہء کرام کو جمعہ کے دن تبلیغ میں جا کر کروڑوں کا ثواب کمانے کی ضرورت نہ تھی۔العیاذ باللہ۔دین ہی کے نام سے عام امت محمدی کو دین کے راستے سے بہکانے اور ہٹا ڈالنے کا نام تبلیغ رکھا گیا ہے۔اور ائمہ تبلیغ کی مقدس ہستیوں کے نام اور کام کو بدنام کیا جارہا ہے۔کیا دین داری اور خوف خدا اسی کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو اجتماع کے لیے مقرر فرمایا۔یہودیوں نے چھوڑا ہفتہ لے لیا۔نصاریٰ نے چھوڑا اتوار لے لیا۔اہل تبلیغ نے بھی چھوڑا تو کہیں شب جمعہ لے لیا۔اور کہیں کہیں اور کوئی رات یا دن البتہ یوم الجمعہ کے چھوڑنے میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ شریک ہو ہی گئے۔اعاذنا اللہ من شر النفس الغرور.

غزوۂ موتہ سے استنباطِ خروج:

بعض تبلیغی امراء سے زبانی سننے میں آیا ہے کہ غزوۂ موتہ جانے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے تین ہزار صحابہ کو جمعہ کے دن صبح سویرے رخصت فرمایا تھا۔اور جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نماز جمعہ کے لیے رہ گئے تھے۔اور حضور ﷺ نے آپ کو نماز جمعہ میں دیکھ لیا تو ملامت فرمائی۔

جب تبلیغ بھی جہاد ہے تو ان صاحبوں کو بھی غزوۂ موتہ جیسے جمعہ ہی کے دن صبح سویرے نکلنا لازم ہوگا۔اور عبداللہ ابن رواحہؓ جیسے کا نماز جمعہ کے لیے رہ جانا موجب عتاب نبوی اور ملامت وخسران ہوگا۔

سبحان اللہ! قرآن وحدیث سے احکام لینا تو ہر کس و ناکس کا کام نہ تھا۔یہ کام تو مجتہدین کرام کا تھا۔یہی نتیجہ ہوتا ہے جب دین کی رہنمائی کا کام عوام کالانعام کے ہاتھوں

آجائے، جو خود بے علم ہو کر حق و باطل میں تمیز کرنے سے محروم امت مرحومہ میں گمراہی پھیلانے کو آج اعلیٰ سے اعلیٰ خدمت دین کے منصب دار بن جاتے ہیں۔

حدیث شریف: دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ:

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے: **یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعواانتم ولا آبائکم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم (رواہ مسلم)۱۲**

حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اس کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:

"آخر زمانے میں ایسے جھوٹے تلبیس کرنے والے ہوں گے۔ جو مکر و تلبیس سے اپنے کو علماء اور مشائخ صلحاء اہل نصائح اور اہل صلاح کی شکل میں ظاہر کرتے ہوں گے۔ تاکہ اس طرح اپنے جھوٹ کو رواج دیں اور لوگوں کو باطل راہوں اور فاسد خراب باتوں کی طرف جو دین کے رنگ میں ہوں گے اور دین نہ ہوں گے۔ جن کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادوں نے سنا ہوگا۔ یعنی جھوٹ اور افتراء کی باتیں ہوں گی۔ پس ان کو اپنے سے دور رکھیں اور اپنے کو ان سے دور رکھیں۔ تاکہ وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنہ و بلا میں نہ ڈالیں۔ یعنی ایسے مکاروں اور تلبیس کرنے والوں کی باتوں کے سننے سے احتیاط رکھیں اور سخت پرہیز کیا کریں۔"

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ☆ پس بہر دستے نباید داد دست

"بہت سے شیطان آدم شکل ہیں۔ تو ہر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا ہے"۔

حرف درویشاں بدزدد مردِ دون ☆ تا بخواند بر سلیمے زاں فسون

خسیس آدمی بزرگوں کی باتوں کو چرا لیتا ہے تاکہ اس کے ذریعے کسی سادے آدمی پر اثر ڈالیں۔

زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر ☆ تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر

"کیوں کہ شکاری آدمی سیٹی بجاتا ہے تاکہ وہ دھوکہ دے اس سے پرندوں کو"

خوئی مرداں روشنی وگرمی است ☆ کار دو نا حیلہ و بے شرمی است

اللہ والوں کا کام علم کی روشنی اور عشق کی گرمی ہے۔ خسیس لوگوں کا کام فریب اور بے شرمی ہے۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد ☆ کم کسے زابدال حق آگاہ شد

''سارا عالم اسی سبب گمراہ ہوا۔ کم کوئی اللہ والوں سے خبر دار ہوا۔''

ہمسری با انبیاء برداشتند ☆ اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

''انبیاء عظام سے برابری کرنے لگے۔ اولیاء کرام کو اپنے جیسا گمان کیا۔''

آنچہ مردم مے کند بوزینہ ہم ☆ آں کند کز مرد بیند دم بہ دم

''جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں وہ بندر بھی وہی کرتے ہیں جو انسانوں سے دم بدم دیکھ لیتے ہیں۔''

آن گمان بردہ کہ من کردم چو او ☆ فرق را کے داند آں استیزہ رو

وہ بندر یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے وہی کیا، فرق کب جانتا ہے وہ جھگڑالو۔

یوسف العصر حضرت جی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی کتاب حیات الصحابہ ص نمبر ۴۴۶/ ج ۳ میں حضرت عمرؓ کے خطبات میں سے ایک خطبہ میں یہ نقل فرمایا ہے۔ ان الایمان لیس بالتحلی. ''بیشک! ایمان ظاہری آرائش کا نام نہیں ہے جب تک اعمال کی ظاہری صورتوں کے ساتھ ان کے حقائق کو نہ اپنایا جائے۔ اور فرمایا: الاقتصاد فی سنة خیر من الاجتهاد فی بدعة. طریق نبوی اور سنت رسول میں میانہ روی بدعت میں بہت کوشش کرنے سے بہت اچھی ہے۔ (حیاة الصحابہ ج ۳/ص ۴۴۷)

عبداللہ ابن رواحہؓ کا واقعہ:

ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں یوں لکھا ہے۔

''کہ حضور سرور دو عالم ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جمادی الاولی ۸ ھ میں ہرقل شاہ روم کے نام پر ایک تبلیغی دعوت نامہ دے کر روانہ فرمایا۔ راستے میں

شرحبیل ابن عمر غسانی نے ان کو گرفتار کر کے ہاتھ پیر باندھ کر ان کی گردن ماری اور شہید کیا ۔جب حضور ﷺ کو یہ اطلاع پہونچی تو تین ہزار صحابہ کا لشکر تیار فرما کر حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ جب آپ شہید ہوں تو جعفر ابن ابی طالبؓ امیر ہوں جب آپ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں۔ادھر ہرقل مقام بلقاء شام میں ایک لاکھ نظامی فوج اور ایک لاکھ قبائلی فوج ،دو لاکھ فوج لے کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے نکلا تھا۔مقام معان پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تین ہزار شہادت کے شیدائیوں کا دو لاکھ مسلح دشمنانِ دین کے ساتھ قتل وقتال کا مقابلہ تھا۔لڑائی ہوئی ،صحیح بخاری کی روایت کے مطابق رومیوں کو شکست ہوئی اور بروایت ابن اسحاق دونوں ایک دوسرے سے تھک گئے تھے۔الخ (زادالمعاد ج۱/ص ۴۱۴)۔"

اور اسی جلد کے صفحہ نمبر ۱۰۵ پر جمعہ کے دن سفر قبل الزوال کے جواز اور عدم جواز کی بحث میں لکھا ہے کہ مسند امام احمد میں بروایت حکم عن مقسم عن ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کو ایک لشکر میں بھیجا۔اتفاق سے وہ دن جمعہ کا تھا۔تو آپ کے ساتھی صبح سویرے رخصت ہو کر چلے گئے۔عبداللہ ابن رواحہؓ نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ رہ جاؤں گا اور نماز جمعہ حضور ﷺ کے ساتھ پڑھ کر پھر ساتھیوں سے جا ملوں گا نماز کے بعد حضور ﷺ نے جب آپ کو دیکھا پوچھا کہ کیسے اور کیوں ساتھیوں سے پیچھے رہے۔آپ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کو دل چاہتا تھا۔اب جا کر ملوں گا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا کی ساری چیزیں تیری ہو جائیں اور اللہ کے راستے میں خرچ کردو۔تو ساتھیوں کے سویرے جانے کی فضیلت کو نہ پاسکو گے۔"لیکن یہ حدیث معلول ہے۔کہ حکم کا مقسم سے سماع ثابت نہیں الخ............اور اگر صحیح بھی ہو تو:

اولاً: . واقعہ بالا جیسی حالت میں فقہاء کرام کا اب بھی فتویٰ نفیر عام ہے۔جہاں ہر مسلمان کا محاذ پر جانا فرض لازم ہو جاتا ہے وہاں پر دو لاکھ دشمنوں کی مدافعت کا مسئلہ تھا اب ظاہر ہے کہ ہمارے آج کل کے اہل تبلیغ کے اسفار کو حضرات صحابہ کرام کے حقیقی

جہاد بالسیف پر قیاس کرنا، اور اس جہاد حقیقی کے احکام کو اس پر منطبق کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ کیا یہ قیاس مع الفارق نہیں ہوگا۔

ثانیاً: حضورﷺ کا بنفس نفیس خروج کا حکم دینے سے خروج فرض عین ہو چکا تھا عبداللہ ابن رواحہؓ کا حبّ رسول کے جذبے میں تخلف فرمانا نص صریح کے مقابلے میں اجتہادی غلطی تھی جو بالاتفاق قابل گرفت نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کرام کی اس قسم کی لغزشوں سے درگزر فرمایا ہے ادھر اہل تبلیغ کے اسفار کی حقیقت اظہر من الشمس ہے۔

ثالثاً: واقعہ بالا ایک مخصوص واقعہ تھا جو اتفاق سے جمعہ کے دن واقع ہوا تھا۔ عام تشریعی حکم نہ تھا کہ ہر کہیں نافذ ہو اور جب کبھی کسی شرعی سفر پر جانا ہو تو جمعہ کے دن ہی قبل نماز جایا کرے۔ اس کو عام شرعی اعتقاد کے ساتھ شرعی معمول بنانا اور نماز کے لیے رہ جانے کو خسران سمجھنا دو قسم کی بدعتوں کا مجموعہ ہوگا۔ ایک اعتقادی بدعت کا اور دوسری عملی بدعت کا سچ فرمایا ہے حضرت رومیؒ نے کہ:۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

ہاں جمعرات کے دن جس کو یوم الخمیس کہا کرتے ہیں یا ہفتے کے دن سفر سنت رسول اللہﷺ تھی جس سے اہل تبلیغ محروم کردئے گئے۔ کیوں کہ بدعت منحوس کا یہی منحوس اثر ہے کہ بدعتی سنت سے محروم کر ہی دئے جاتے ہیں۔ [1]

سہ روزوں اور تبلیغی چلوں کی حقیقت:

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ ما احدث قوم بدعة الا دفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة. (مشکوٰۃ شریف ج ۱/ص ۳۱)
آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی مگر اس کی مقدار میں سنت ان سے اٹھالی جائیگی سو سنت کو مضبوطی سے پکڑنا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

اس نظام کے متعلق اہل تبلیغ میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ دینی رغبت اور دین کی جانب توجہ پیدا کرنے کے لیے ایک محنت ہے یا اصلاح نفس کے لیے ایک علاجی عمل ہے۔ جیسے تصنیف و تالیف بنائے مدارس اور اربعینات شیوخ وغیرہ ہیں۔

عرض یہ ہے کہ بے شک موجودہ پروگرام یعنی دنیوی کاروبار کو چھوڑ کر دین کی نیت سے سفر اور حرکت کرنے کو بزرگوں نے دینی رغبت پیدا کرنے اور حصول دین کے لیے محنت کی غرض سے وضع فرمایا ہوگا لیکن عوام کو اپنے معتقد فیہ بزرگوں سے دین کے نام پر جو کچھ مل جاتا ہے وہ اس کو دین ہی سمجھتے ہیں، ذرائع اور مقاصد میں فرق کرنا تو اہل علم کا کام ہوتا ہے بے چارے عوام کا اتنا علمی ظرف کہاں ہے جو ذرائع اور مقاصد میں فرق کر سکیں۔

بیشک علمِ دین اور اعمالِ دین حاصل کرنے کے لیے سفر قدیم الایام سے افضل ترین قربات رہا ہے۔ البتہ یہ امر قابل غور ہے کہ موجودہ سہ روزے اور چلے بھی درحقیقت علمِ دین اور اعمالِ دین ہی حاصل کرنے کے لیے دئے جاتے ہیں، اگر یہی ہے تو جن اعمالِ دین اور علومِ دین کو حاصل کرنے کے لیے یہ لوگ نکلتے ہیں ان کی تفصیلات تو کتابوں میں ہیں اور علم دین کی کتابوں کو تو یہ لوگ ان اسفار میں ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ بلکہ قرآن کریم کے ناظرہ پر بھی قدرت حاصل کرنے کا اہتمام نہیں۔ کاش اگر ایسا سچ مچ ہوتا تو اپنے نوجوان بچوں کو دینی مدارس کا راستہ دیدیتے اور خود دین سے آشنا ہونے کے لیے چند دن علمائے کاملین کی صحبت کو غنیمت سمجھتے لیکن یہاں تو بسترے کندھوں پر اٹھائے ہوئے صرف چلت پھرت اور مخصوص رسوم کو ادا کرنا ہی ان کے ہاں تبلیغ دین ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کا یہ آنا جانا علم دین ہی کے لیے ہوتا، چند چلوں کے بعد یہی حضرات اگر علماء نہ ہو سکتے تو علماء کے محب اور علم دین سے رغبت والے تو بنتے، علم کی جلالت اور رفعت شان کے قائل ہوجاتے احکام علم کے سامنے ان کا قول سمعنا و اطعنا ہوتا نہ کہ سمعنا و عصینا۔

لیکن افسوس یہ لوگ اس موجودہ رسمی تبلیغ کے شغل میں جتنے محو ہوتے جاتے ہیں اتنے یہ لوگ علوم سے سرد مہر مستغنی اور بے نیاز ہوتے ہیں۔ بلکہ طلباء اور علماء کو بھی

اپنے رنگ میں پھنسانے کے لیے رنگ بہ رنگ کے حیلے استعمال کرنے کو جائز کیا لازم سمجھتے ہیں ا، العیاذ باللہ۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:

اگر تبلیغی حضرات کی جانب سے یہ کہا جائے کہ ہمارا مقصد عالم دین بنانا نہیں بلکہ عام مسلمانوں میں دینی رغبت اور محبت پیدا کر کے دینی فکر والا مسلمان ہی بنانا ہے، تو اس میں کیا خرابی ہے ۔ جواب یہ ہے کہ پہلے تو یہ بات حضرت دہلویؒ کے مقصدِ تبلیغ کے خلاف ہے، آپ کا مقصد علمائے دین ہی کے ذریعے سے مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ کو اہل اسلام میں پھیلانا تھا۔

ثانیاً: علم دین حاصل کئے بغیر چاہے دین کی کتابوں کے پڑھنے سے ہو یا علماء کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل کرنے سے ہو جس طریق سے ہو اور جس قدر ہو لیکن بغیر علم دین کے دین پر عمل کا تصور ہو نہیں سکتا کیوں کہ اسلام نام ہے علم اور اس پر عمل کرنے کا۔ جب دین سے کورے رہے دین کا علم ہی نہ ہو تو دین کی طرف رغبت اور محبت کیسے پیدا ہو۔

ثالثاً: موجودہ تبلیغی سلسلہ میں وہی لوگ شامل ہو جاتے ہیں جو اپنی نیت سے پر خلوص

ا: تبلیغی جماعت والے طلبہ کی تشکیل کرتے وقت عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ پہلے دارالعلوم دیوبند میں کسی بھی طالب علم کو سند نہیں دی جاتی تھی جب تک وہ تبلیغی جماعت میں چلہ نہ لگا لیتا، حالانکہ یہ سراسر دروغ گوئی اور دھوکہ ہے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ملفوظ ہے فرمایا کہ "ہمارے یہاں دارالعلوم دیوبند میں بھی میری طالب علمی کے زمانے تک تو یہ پابندی رہی کہ طالب علم فارغ التحصیل ہو جاتا تھا لیکن سند نہیں دی جاتی تھی جب تک کہ جماعت (مسلک دیوبند) کے کسی بزرگ کے پاس رہ کر ان کا مرید ہو کر اپنے اخلاق کی اصلاح نہ کرالے، بعد میں ایسا نہیں رہا اس لیے خرابیاں پیدا ہو گئیں، (خطبات حکیم الاسلام ج ۴/ص ۳۱۴)۔
مذکورہ بالا ملفوظ میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جو تبلیغی جماعت میں چلہ لگانے پر دلالت کرتا ہو بلکہ اس سے صرف اور صرف مسلک علماء دیوبند کے کسی بزرگ سے بیعت ہو کر تزکیہ نفس کرانے اور طلبہ کی اصلاح کے لیے دارالعلوم دیوبند کا اس اصول پر سختی سے عمل کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

اور دین کے شائق ہی ہوتے ہیں، لیکن چوں کہ اہل تبلیغ کے ہاں دین کے نام سے یہی ظاہری شکل دین اور تبلیغ کے نام سے چند رسوم ہی دین ہے لہذا یہی بے علم کے رسمی اور بدعاتی مسلمان پیدا ہونگے جن کا علوم سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ۔ **الناس اعداء لما جھلوا.** ''ترجمہ: لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

سامان ایسا بن رہا ہے کہ تبلیغ کے معمولات علمی شعائر کے بالمقابل خود ہی ایک دین کا مقام لے رہے ہیں گویا تبلیغ دین کی بجائے دین تبلیغ پھیل رہا ہے جس کو زبانی دین کی محنت کہا جاتا ہے۔ **واللہ ھو المستغاث والیہ المشتکی.**

حضرت دہلوی اور حضرت یوسف العصر رحمہما اللہ تعالیٰ مدارس کی علمی تبلیغ کی پیداوار تھے، نہ کہ اس برائے نام جاہلانہ تبلیغ کے۔

حقیقت یہ ہے اور یہی حقیقت ہے کہ دینی اور دنیوی صلاحیتیں اور رحمتیں اور برکتیں کلیۃً ساری کی ساری رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ذات پاک اور آپ ہی کی عادات اور آپ ہی کی سنت کے طور طریقوں کے ساتھ متعلق اور مربوط ہیں آپ کی لائی ہوئی شریعت کا علم حاصل کئے بغیر یہ مروّجہ سہ روزوں اور چلوں کا نظام ہیبت کذائی عصر نبوت اور خیر القرون میں نہ تھا۔ بناء بریں یہ سنت نبوی نہیں اور بدعات کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ قلوب میں حق کی روشنی بجھ جاتی ہے اور بجائے محبت حق کے عداوتِ حق قلوب میں اگ جاتی ہے **العیاذ باللہ العظیم۔**

عصر نبوت اور خیر القرون کی تبلیغ کا رنگ یہ تھا کہ جس کسی وقت اللہ تعالیٰ عزّ شانہٗ کی جانب سے جو بھی کوئی علمی عملی عطیہ بذریعۂ وحی حضور ﷺ کو ملتا تھا، فوراً حضور ﷺ سے صحابۂ کرام حاصل کر لیتے تھے۔ اور علماً اور عملاً اس کو اپناتے اور امت میں پھیلاتے ہوتے تھے دن، رات، ماہ و سال ہر آنے جانے میں ان کی شکل وصورت، ظاہر و باطن تبلیغ دین ہی کی ہوتی تھی، ایک ایک حدیث شریف کے لیے سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر گوارا کرتے تھے، قرآن وحدیث کے علوم کو اپنانا اور پھیلانا ان کا مشغلہ تھا۔ اسلام میں مَا جَاءَ بِہِ

الرَّسُوْلُ ہی کو علماً اور عملاً اپنانا اور اس کو حسبِ توفیق امت میں پھیلانا، یہی ہر مسلمان کا کام ہے اور تھا۔ اس کے لیے ایام کی کوئی پابندی نہ تھی، یہی ہر مسلمان کا عمر بھر کا مشغلہ ہوتا تھا ہزار بارہ سو سال ہوئے، سلف امت سے ان سہ روزوں اور چلوں کا بہیت کذائی یہ مخصوص نظام بحیثیت دین کے کہیں منقول نہیں۔ حضرت دہلویؒ کے ہاں دین سے مناسبت پیدا ہونے کے لیے بطور علاج عوام سے یہ مطالبہ ہوتا تھا، نہ کہ یہ کوئی مستقل طریق سنت شرعیہ تھی، جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے اور عوام کو سمجھایا جارہا ہے حاشا و کلا۔

محنت دین نے خود دین ہی کی جگہ لے لی۔ اور جو بھی کوئی عمل ایسا ہو جو بحیثیت دین سلف سے منقول نہ ہو اور وہ دین کی عقیدت سے برتا جارہا ہو۔ وہ علماء سلف کی اصطلاح میں بدعت ہی ہوتا ہے[1] "اور بدعت کے بارے میں وہی فرمان ہے۔ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ . ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔ اعاذنا الله من انواع الجهل والغوایه. حضرت سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

حضور ﷺ کا ارشاد ہے من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی هدم الاسلام۔

ترجمہ: جس کسی نے کسی بدعتی کا احترام کیا تو اس نے اسلام کو ڈھادینے میں اس کی اعانت کی۔

حضرت دہلویؒ کا ملفوظ۔ حضرت دہلویؒ انار اللہ برہانہ۔ جو حضور ﷺ کی

---

[1]: امام شاطبیؒ نے بدعت شرعی کی تعریف کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ: طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشريعة يقصد بالسلوك عليها المبالغة في التعبد الله سبحانه "وہ دین کے اندر اختراع کیا ہوا طریقہ ہے جو شریعت کے مشابہ ہے اور جس پر عمل پیرا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کا قصد کیا جاتا ہے۔ (الاعتصام ج ۱/ص ۳۷ مطبوعه المكتبه النجارية الكبرىٰ مصر)۔

نیز ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں فمن واظب على فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع "جس فعل کو نبی ﷺ نے نہیں کیا اس پر مواظبت کرنے والا مبتدع ہے (مرقات المفاتیح ج ۱/ص ۹۵)

دعوت اور حضورﷺ کے علوم کو عوام امت تک پہنچانے کے عشق اور غم میں فنا تھے ۔(ملفوظات کے ص۳۲/ پر فرماتے ہیں:۔

''ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع ماجاء به النبی سکھانا، یعنی اسلام کے پورے علمی اور عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا۔ یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت، سو یہ اس مقصد کے لیے ابتدائی ذریعہ ہے۔ اور کلمہ و نماز کی تلقین و تعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے۔ ان سے تو بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جدو جہد سے ایک حرکت اور بیداری پیدا کر دیں۔ اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں (علماء وصلحاء) کو بیچارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں۔ ہر جگہ پر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کر سکیں گے اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہوگا۔ انتہی''۔

ملفوظ مذکورہ بالا کا مطلب صاف ہے کہ اصلی مقصد پورا علم اور اعمال دین کا امت میں پھیلانا ہے عوام اور علماء میں رابطہ علوم دینیہ کے لینے دینے کا پیدا کرنا ہے عوام علم دین کو اصل مقصد سمجھ کر علماء سے لینے کے درپے ہوں۔ اور علماء کرام دینے کے درپے ہوں بچے جوان جو عربی پڑھنے کے قابل ہوں ان کو عربی تحصیل علم میں لگ جانے کی ترغیب دیں، تا کہ پورے مکمل علماء پیدا ہوں۔ ادھیڑ عمر والوں کو اردو میں ہی سہی احکام دین عقائد ضروریہ، عبادات، معاملات اور اخلاق و معاشرات کی مختلف کتابوں کے ذریعے سے تحصیل علم پر لگا دیں۔ اگر کتابوں کے ذریعے لینے کے لیے فارغ نہ ہوں پھر بھی ان کے دلوں پر علم کی فضیلت اور رفعت کا نقشہ جمانے کے لیے کوشش کریں تا کہ عوام اور علماء کرام آپس میں باہم مربوط ہوں اور علم دین اور اعمال دین جو اہم مقصد حیات ہیں، ظاہری اعمال ہوں یا باطنی اخلاق، حضرت کی امت میں پھیل جائیں یہی رضائے الٰہی میں کامیاب ہونے کا واحد راستہ ہے اللہ تعالیٰ ساری امت حبیب کو اسی راستے پر لگا دے۔

موجودہ اہل تبلیغ سے یہی شکایت ہے کہ دین کا نام لیا جاتا ہے اور دین کے علم اور اس کی پہچان سے خود بیچارے عاری ہوتے ہیں نہ معروف کی پہچان نہ منکر کی، تو اوروں کو کس چیز کی تبلیغ کرسکیں گے۔ صرف ایک رسم رہ گئی ہے جس کا نصب العین یہی نظر آتا ہے کہ عوام کو منظم کر کے اور جہل کو علم کا رنگ دے کر ان کو حقیقی علم دین کے مقابلے میں آنے کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے۔ نوعمر جوانوں کو مخصوص تقریریں طوطی وار از بر کرا کر محفلوں میں ان سے زبانی سنوار ہے ہیں تا کہ عوام یہ تأثر لیں کہ تبلیغ میں ایک چلّہ دینے سے انسان لیکچرار عالم بن سکتا ہے۔

بدعت کی تعریف اور اس کی قباحت:

بدعت کی تعریف علامہ شامیؒ نے شمنیؒ سے یوں نقل فرمائی ہے **ماحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله ﷺ من علم اوعمل اوحال بنوع شبهة و استحسان وجعل دينا قويما و صراطا مستقيما.(فتاویٰ شامی ۲/۲۹۹ باب الامامة).**

ترجمہ: بدعت ہر وہ چیز ہے، جو حضور ﷺ سے حاصل کئے ہوئے حق کے خلاف کسی شبہ کی وجہ سے اور نیکی سمجھنے کے خیال سے نئی پیدا کی گئی ہو۔ کوئی علم ہو، یا کوئی عمل ہو، یا کوئی حالت ہو، اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم بنالیا گیا ہو۔

(۱) عن عائشةؓ قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردٌّ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جس کسی نے ہمارے اس دین میں کچھ نیا پیدا کیا جو اس میں سے نہیں ہے وہ چیز یا وہ شخص مردود ہے۔

(۲) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کو توبہ نصیب نہیں فرماتا یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے۔ **قال رسول الله ﷺ**

ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعتہ .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا ہے کہ وہ کسی بدعتی کا کوئی عمل قبول فرمائے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے۔

(۴) حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا کسی بدعتی کا نہ کوئی روزہ، نہ کوئی حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، فرض اور نہ فرض اسلام سے ایسا نکلے گا جیسا کوئی بال نکالے خمیر سے۔

..................اور اس میں سر اور راز یہ ہے جو حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا گیا ہے کہ عبادت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے ان احکام اوامر اور نواہی کی تعمیل ہے، جو حضور ﷺ کے ذریعے حضرت حق جل وعلیٰ کی جانب سے ملے ہوتے ہیں یہی عبادت ہے۔ اور جو نئے طریقے پیدا کئے گئے ہوں جن کی پیروی ثواب کی عقیدت اور عبادت کی شکل میں کی جاتی ہو تو درحقیقت وہ بندگی اس شخص کی ہوئی جس نے اس بدعت کی ایجاد کی ہوتی ہے اور وہ عبادت غیر اللہ کی ہوتی ہے اور چوں کہ برتنے والا اس کو عمل دین اور مستحسن نیکی سمجھتا ہے، گناہ یا عمل بد تو سمجھتا نہیں تو توبہ کیوں کریگا یہی نحوست ہے بدعت منحوس کی، کہ ہوتی ہے وہ گمراہی اور کبیرہ گناہ، اور لوگوں میں وہ گناہ نہیں سمجھا جاتا، بلکہ کار ثواب سمجھا جاتا ہے، یہی حقیقت ہے گمراہی کی کہ گناہ کو کار ثواب سمجھ کر کوئی کرتا رہے۔ اور انجام قہر الٰہی اور قعر جہنم ہو۔ اور جب بندہ اس درجے تک پہنچ جاتا ہے تو ابلیس لعین اس شخص سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ اور وہ جو کچھ عمل کرتا ہے، اس سے چھیڑتا نہیں، کیوں کہ وہ جو کچھ کرتا ہے وہ شیطان ہی کا کام کرتا ہے اس کی کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی اور انجام کار مردود مرتا ہے۔ جب خاتمہ اس کا خراب ہے تو شیطان اس سے بے فکر ہو ہی جاتا ہے اور اس کو اپنا عمل آپ خود اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی غلط فہمی میں وہ کسی کی بھی سنتا مانتا نہیں۔ اور اندھیرے ہی اندھیرے میں جہنم پہنچ جاتا ہے۔

بدعت کے دو معنے:

طریقۂ محمدیہ میں لکھا ہے کہ بدعت کے دو معنی ہیں۔ایک عام معنی لغوی یعنی ہر ایک نیا عمل، عادت ہو یا عبادت ہو، حسن ہو یا قبیح ہو وغیرہ۔اور دوسرے معنی ہیں بدعت شرعی، یعنی دین کی ارادت سے دین میں ایسی کوئی زیادتی کی جائے جو صریحاً یا اشارۃً حضور ﷺ سے یا صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین یعنی خیر القرون سے ثابت نہ ہو۔

تو معلوم ہوا کہ تصنیف وتالیف اور بنائے مدارس وغیرہ سب سلف صالحین سے منقول ہیں اور صدر اسلام کی چیزیں ہیں۔حسب ارشاد فقہاء کرام بعض واجب بعض مستحب بعض مباح ہر طرح کے ہیں۔لیکن آج اگر ہم چودہویں صدی میں ان پر قیاس کر کے اپنی جانب سے دین کی شکل میں ایسے کچھ نئے مخترعات ایجاد کریں، جن کا ماضی میں کوئی نشان نہ ہو۔تو وہ بدعت کیوں نہ ہوگا، اور وہ نئی چیز کار ثواب کیوں کر بنے گی، جو اللہ اور اللہ کے رسول سے مروی نہیں۔

درحقیقت تبلیغ مصدر باب تفعیل ہے بلغ وبلاغ سے، بلاغ اور تبلیغ کے معنی ہیں پہنچانا۔پہنچانا کسی چیز کا ہوتا ہے، جیسے ڈاکیہ ڈاک پہنچاتا ہو یہاں پر پہنچانا ہے ماجاء به النبی ﷺ کا خود حضور کو خطاب ہے یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ .الآیه. "اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے"۔حضور ﷺ پر منزل دین کی تبلیغ فرض تھی، اور اسی طرح ہر کسی پر جو کچھ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ۔اس کا خود حاصل کرنا اوروں تک پہنچانا علیٰ حسب مراتب، فرض عین کا فرض عین، فرض کفایہ کی تبلیغ فرض کفایہ اسی طرح واجب علی العین کی، واجب علی الکفایہ کی، سنت ھدیٰ اور سنت زوائد اور اوامر ونواہی کی ہے یعنی علم دین کا پورا پورا حاصل کرنا اور حسب مقدور علیٰ حسب مراتب اس کی تبلیغ اور پھیلانا ہر مکلف امتی پر فرض اور واجب وغیرہ ہے۔

رہا تبحر یعنی علوم میں وسعت پیدا کرنا وہ افضل ترین قربات ہے۔علیٰ ہٰذ القیاس جو حاصل کیا۔اس کا عوام امت تک پہنچانا علیٰ حسب مراتب لازم ہے یہی سلف امت کی تبلیغ تھی، اور اب بھی یہی تبلیغ ہے۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس علمی تبلیغ کو اپنانے کی بیش از بیش

توفیق عطا فرمائے۔رہی بے علموں کی یہ موجودہ رسمی تبلیغ بہیت کذائی جو کروڑوں کے ثواب عظیم کے نام سے پھیلائی جارہی ہے جس کو دین کالب لباب اور سارا مکمل دین بتایا جارہا ہے۔صرف چند برسوں کی پیداوار ہے سلف سے کہیں منقول نہیں۔بیشک علمِ دین اور اس کے پھیلانے کے لیے کام بہت کچھ ہوا ہے اور اب بھی ہونا چاہیے۔لیکن اس سہ روزوں اور چلوں والی تبلیغ کو حضرت دہلویؒ نے بے علم عوام کو توجہ دینے کے لیے ایک علاجی شکل میں آزمایا تھا، جو بعد میں چھڑوایا گیا تھا، نہ کہ ان کے ذہن میں یہ سہ روزے چلے معاذ اللہ عبادات کی یا دین کی مستقل شکل تھی، جیسے آج کل کے عوام اہل تبلیغ نے یقین بنالیا ہے اور اسی غلط ذہنیت نے اس نئی اور بدعی تبلیغ سے بزرگوں کے مبارک نام کو بدنام اور رسوا کیا ہے۔

ع۔"دوستی جاہلاں خود دشمنی ست"

حضرت دہلویؒ کا ملفوظ:

حضرت دہلویؒ نے ملفوظات کے ص ۱۱۶/ پر فرمایا:۔

"اب یہ کہنا چھوڑ دو کہ تین دن دو یا پانچ دن دو یا سات دن دو۔بس یہ کہو کہ راستہ یہ ہے جو جتنا کرے گا اتنا پاوے گا، اسکی کوئی حد اور کوئی سرا نہیں۔رسول اللہ ﷺ کا کام سب نبیوں سے آگے ہے اور حضرت ابو بکرؓ کی ایک رات اور ایک دن کے کام کو حضرت عمرؓ نہیں پا سکے پھر اس کی غایت ہی کیا ہے۔یہ تو سونے چاندی کی کان ہے جتنا کھودو گے اتنا نکالو گے۔انتہی۔

"راستہ یہ ہے" کا اشارہ اس صراط مستقیم ما جاء بہ الرسول سنت حبیب ﷺ کی طرف ہے، نہ کہ اس موجودہ رسمی جاہلی تبلیغ کی طرف العیاذ باللہ۔

حضرت کا یہ ارشاد ہے عین حقیقت تھی لیکن کیا کیا جائے، شیرازیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ع سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست

حضرت دہلویؒ کے ہاں مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ کے علم وعمل کا پھیلانا اور ذکر اللہ کے لیے مخلوق کو آمادہ کرنا ہی مقصد جلیل تھا۔ چونکہ آپ صحیح معنوں میں عارف باللہ عالم دین تھے۔ آپ کی صحبت مبارک اور آپکے اہل صحبت کے انفاس طیبہ کی برکت سے چند سہ روزوں اور چلوں میں دنیا سے بے رغبتی اور دین کے علم وعمل سے محبت پیدا ہو جاتی تھی اور علم وعمل کی جدوجہد میں لگ جاتے تھے۔ پھر باطنی تربیت حضرت ہی کی صحبت میں ہو جاتی تھی۔ اہل کمال کے ہاں برسوں کا کام چند دنوں میں ہو جایا ہی کرتا ہے۔

حضرت قطب العالم شیخ العرب والعجم شاہ امداداللہ صاحب قدس سرّہ العزیز کے اس سلسلۂ امدادیہ میں جتنے مشائخ ہوئے ہیں، سب کے سب بفضلہ تعالیٰ علوم شرعیہ ظاہریہ اور باطنیہ کے بھرپور خزانے ہو گزرے ہیں۔ سب نے حسب توفیق صحیح تبلیغ دین کا قولاً اور عملاً حق ادا کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم اور متعدد مدارس علمیہ دینی انہی حضرات کے علمی کارناموں کے لازوال آثار حسنہ طیبہ ہیں۔ کتب خانے انہی حضرات کے قلم سے معمور ہیں لیکن بدقسمتی سے اب جب حضرت دہلویؒ کے وصال کے بعد یہ سلسلۂ تبلیغ عوام بے علموں کے ہاتھوں مین آیا تو خودرائی کے باعث اور علمی روک تھام کے نہ ہونے کی وجہ سے عوام نے اس پروگرام کو بگاڑ کر رکھ لیا زبان سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ چلت پھرت دین کے پھیلانے کے لیے ایک محنت ہے اور عملاً پھر اسی چلت پھرت ہی کو اصل دین خیال کیا جارہا ہے، جس کی بے پناہ تبلیغ کی جارہی ہے اور علم دین جو مقصد اصلی تھا اس سے غافل رہتے ہیں۔ علوم دین کی وقعت دلوں میں نہیں، اصلاح ظاہر و باطن تزکیۂ اخلاق نہ ان کے ذہن میں ہوتا ہے نہ ان کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ بچوں اور جوانوں کو سہ روزوں میں لگا دیتے ہیں اور علوم دین، احکام دین اور حلال وحرام کا علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ گویا کہ موجودہ رسمی تبلیغ ان سب مقاصد کا قائم مقام ہے، سارے دین کا ست یہی ہے، جب یہ ہے تو اور کسی شعبے کی ضرورت نہیں۔

تبلیغ کے موجودہ زیرِ عمل پروگرام کا لازمی نتیجہ: تبلیغ کا یہ موجودہ

عوامی پروگرام اگر اسی نہج پر چلتا رہا، اور مکمل کامیاب ہوگیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ سہ روزوں کے دورے اور چلے دین کے نعم البدل بن جائیں گے۔ جمعہ کے دن کے فریضۂ اجتماع کا وہ کام رات سے لیا جاتا ہوگا، جیسے اب ہے شب جمعہ کے اجتماعات ہوں گے اور فرض نماز جمعہ کے لیے دن کا اجتماع ختم، تبلیغی نصاب اگرچہ فی نفسہ قابل قدر ذخیرہ ہے اسی طرح چند دوسری اردو تصانیف کے سوا عربی کتب خانے اہل تبلیغ میں آثار قدیمہ بن جائیں گے۔ مثلاً قرآن کریم، صحاح ستہ فقہائے کرام کی ضخیم خدمت دین معقول منقول، حیاۃ الصحابہ (عربی) کا پڑھنے والا، سمجھنے والا کوئی نہ رہے گا۔ کیوں کہ عام اذہان کفایت طلب سہل پسند ہیں۔

الحاصل اگر آج کے سرکردہ علماء کرام نے موجودہ عوامی تبلیغ کی اصلاح پر توجہ نہ دی تو اس کا انجام علوم شرعیہ کی تباہی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔

اس کی مثال حضرت دہلویؒ کے ہاں دواء کی تھی نہ کہ غذا کی، اور دواء اور غذا میں کھلا فرق ہے۔ غذا علی الدوام ہوتی ہے بدن کے لیے مستقل امداد اور اعانت ہوتی ہے۔ ارادی یا اضطراری طور پر دوا اً عمل میں لائی جاتی ہے۔ اور دوا کا دارومدار مرض پر ہوتا ہے جیسی بیماری ویسی دوا، جب بیماری ختم ہوئی، علاج ومعالجات سب ختم ہو جاتے ہیں، دوا کا استعمال دائم نہیں ہوتا۔

اسی طرح سے طاعات وعبادات عقائد حقہ شرع الٰہیہ کے وہ تعبدی اعمال جو معبود برحق کے حق عبودیت ہیں، وہ امر و نہی جو بذریعہ رسالت ہم تک پہنچے ہیں، ان کو عمل میں لانا، دوامی روحانی غذائیں ہیں۔ حضور رسالت پناہ ﷺ جو بہ شہادت حق جل وعلیٰ کامل صحت مند اور معصوم عبودیت کاملہ والے تھے۔ ان کی پاک زندگی جن اشغال واعمال سے معمور تھی آپ کی عادات اور سنن صحت مند امت کے لیے مقوی اور مفرح غذائیں ہیں، تریاق ہیں۔ بغیر حضرت شارع علیہ السلام کے اور کوئی ان میں کمی بیشی اور ردوبدل کرنے کا نہ مجاز ہوا ہے نہ ہے نہ ہوگا اور خلاف سنت اعمال واشغال کی مثال زہر قاتل کی

ہے روحانی مہلکات ہیں۔

شیوخ کے اشغال اور علاجی اعمال کی مثال دوا کی ہے:

رہے مراقبات، اشغال اور اعمال علاجیہ جو شیوخ کے ہاں ہوئے ہیں مثلاً چلے، تقلیل طعام، تقلیل کلام تقلیل اختلاط مع الانام کم خوراکی، کم گوئی، لوگوں سے کم میل جول رکھنا، تفریغ خاطر اور یکسوئی کی دولت حاصل کرنے کے لیے حیلے تھے۔ روحانی صحت حاصل کرنے کے لیے معالجات تھے ہر مخصوص مرض کے لیے مخصوص علاج اور دوا ہوتی تھی۔ ان میں حسب مصلحت مشائخ کی جانب سے ردوبدل ہو جاتا تھا.............. جب صحت روحانی حاصل ہوئی اور روح نے مشاغل باطلہ سے فارغ ہو کر حسن و جمال حق کی طرف توجہ کا محبوب مشغلہ اپنالیا۔ دوائیں سب ختم ہوگئیں[۱] اب بہ جہد تمام فرائض عبودیت کی بجا آوری اور مشاہدہ حسن و جمال محبوب کے نشے میں سرشار رہے گا جس کے مقابلے میں ساری دنیا کی سلطنت ہیچ ہے۔

بہ فراغ دل زمانے نظرے بہ ماہ روئے

بہ ازانکہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے رہوئے

یہی شغل غذائے روح ہے یہی وہ دولت سرمد ہے جس کو اپنانے کے لیے انسان وجود میں آیا تھا، جو انسانی تخلیق کی غایت وحید ہے مبارک ہو جس کو خدا نصیب فرمائے۔

البتہ یہ بات ہے کہ غذا اور دوا میں فرق بغیر اونچے تجربے کار اولیاء اللہ اور صاحب بصیرت شیوخ کے ہر کسی کا کام نہیں۔

اہل تبلیغ کی تو دنیا ہی اور ہے نہ علم ہے، نہ صحبت شیخ، نہ دوا نہ علاج، نہ ذرائع اور مقاصد

---

[۱]: ماحئ بدعت حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں ''اشغال صوفیہ نافعہ از قبیل مداوات ومعالجہ است کہ عند الضرورۃ بقدر حاجت بعمل آرند، وبعد ازاں بکار اصلی خود مشغول شدند۔

''یعنی صوفیہ کے مفید اشغال و وظائف میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسے دوا دارو اور علاج معالجہ کرانا کہ جب ضرورت پڑے تو حاجت کے موافق عمل میں لائیں اور اس کے بعد اصل کام میں لگ جائیں'' (ایضاح الحق الصریح ص ۱۲۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

میں امتیاز۔اندھے کے ہاتھ میں لاٹھی ہے جس کسی پر جہاں کہیں پڑی۔نہ حکیم نہ مرض، نہ دوا نہ پرہیز۔انجان لوگ ایک مخصوص نظام کے ماتحت اکھٹے ہو کر چلنے پھرنے سے تین ہی دن میں مقبول خدا بن جاتے ہیں یہ کوئی عقل کی بات ہے، تماشا ہوا۔

اہل تبلیغ کا ہر کہ ومہ سے، بوڑھے جوان سے، شرقی وغربی سے، عالم وجاہل سے ایک ہی مطالبہ ہے یہ کہ چلہ دو گھر بار چھوڑ کر سفر میں رہو عالم جاہل، خواندہ ناخوندہ سب سے یہی مطالبہ ہے بلکہ تبلیغ کے موجودہ پروگرام کے بغیر علم اور ذکر کے تمام اشغال کو بے کار بتایا جاتا ہے۔طالب علم اور ذاکر شاغل کو خاسر اور نامراد بتاتے ہیں کہ تبلیغ میں وقت نہیں دیا ہے۔

قرآن کریم میں آیت پاک انَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَلْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤمِنِیْنَ وَالْمُؤمِنَاتِ الخ. میں دس صفات گنی گئی ہیں، جن میں مرد وزن سب یکساں مکلف گردانے گئے ہیں لیکن امرائے تبلیغ نے چلوں سہ روزوں کے جہاد کے لیے نکلنے سے تو الحمد اللہ بے چاری عورتوں کو معاف فرمادیا ہے ورنہ حضور ﷺ کے زمانے میں تو عورتیں بھی جہاد میں شمولیت کیا کرتی تھیں۔اگر یہ سچ مچ جہاد ہے تو ان کا حصہ کیوں نہ ہوا لیکن مقام شکر ہے الحمد اللہ کہ ان کی جانب ان برخود غلط مجاہدوں کی توجہ نہ ہوئی!¹ ورنہ اللہ کی پناہ کیا کیا مصیبتیں ظہور میں آجاتیں۔

فی الجملہ موجودہ عوام اہل تبلیغ سے یہی شکایت ہے کہ ذرائع اور مقاصد میں فرق کرنہ سکے، اور مقصد تک پہنچنے کے لیے ایجادی طریق وصول کو عین مقصد جان لیا بالفاظ دیگر طریقت کو بہ زعم خود عین شریعت سمجھ لیا۔راستہ تو منزل تک پہنچنے کے لیے تھا، انہوں نے

---

¹ حضرت کے دور حیات میں چونکہ عورتوں کی جماعت شروع نہیں ہوئی تھی اس لیے فرمایا کہ الحمد اللہ بیچاری عورتوں کو معاف فرمادیا...الحمد اللہ کہ ان برخود غلط مجاہدوں کی توجہ نہ ہوئی ورنہ اللہ کی پناہ کیا کیا مصیبتیں ظہور میں آجاتیں لیکن موجودہ وقت میں عورتوں کی جماعت کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے، حالانکہ عہد رسالت مآب میں عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے لیکن فتنوں کے خوف سے جب خیر القرون میں عورتوں کے باہر نکلنے پر پابندی لگادی گئی تو آج جب کہ قدم قدم پر فتنے ہیں ایک ایسے عمل کے لیے جس کی عورتیں مکلف بھی نہیں ہیں دور دراز کے سفر کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟ اگر آج ایک عورت اپنے محرم کے ساتھ مروجہ تبلیغی جماعت میں جانے کی حقدار ہے تو کیا وجہ ہے کہ صحابہ کے مقدس دور میں صحابیات کے.......... بقیہ آئندہ صفحہ پر

راستہ ہی کو منزل یقین کرلیا، کیوں کہ علم سے مستغنی ہو گئے۔ برا ہو جہالت کا۔

حضرت دہلویؒ کا ملفوظ:

حضرت دہلوی برد اللہ تعالیٰ مضجعہ نے ملفوظ/ص ۸۸ میں فرمایا ہے آج کل دین کے باب میں یہ غلط فہمی نہایت عام ہوگئی ہے کہ مبادی کو غایات کا اور ذرائع کو مقاصد کا درجہ دیدیا جاتا ہے۔ اگر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ دین کے تمام شعبوں میں یہ غلطی گھس گئی ہے اور ہزاروں خرابیوں کی یہ جڑ ہے"۔

علمائے کرام کے فرمودات کی تہ تک علمائے کرام ہی پہنچ سکتے ہیں۔ کاش! حضرت نے تو اپنے زمانے کی شکایت فرمائی ہے اور آج تو دنیا ہی بدل گئی اور بدلانے کے لیے مجاہدین حضرات نکلے ہوئے ہیں کاش! اگر حضرت ہی کے فرمودات کو سمجھنے کی کوشش تو کرتے۔ لیکن ان کو تو علم ہی سے بیر ہے۔" العیاذ باللہ اللھم اھدنا الصراط المستقیم.

حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری کا ایک اہم مشورہ:

"مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری نے صحیح بخاری کی اردو شرح انوار الباری کی جلد سوم/ص ۱۲۳ پر اہل تبلیغ کو ایک قابل قدر مشورہ دیا ہے۔ کاش! اگر عمل میں لایا جائے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کام کے تین نمبر ہونے چاہئیں۔

پہلا کام مقامی طور پر اپنے قریہ وقصبہ کی مساجد میں عوام کو دینی احکام ضروریہ کی تعلیم کا اہتمام کرنا، مقامی علماء سے روزانہ کسی نماز کے بعد تھوڑا سا وقت پندرہ بیس منٹ لینا۔

دوسرا مرحلہ ان کی دینی اصلاح وتربیت کا ہے کسی روحانی صحت مند مبصر ومجرب شیخ کی

بقیہ ص ۳۸/ کا: مسجد میں آنے پر پابندی لگادی گئی، کیا وہاں محرم موجود نہیں تھے، کیا وہ زمانہ آج کے زمانے سے زیادہ غیر مامون اور غیر محفوظ تھا؟! اکابر دیوبند اسے اثمھما اکبر من نفعھما کا مصداق کہتے ہیں، دارالعلوم دیوبند کا موجودہ فتویٰ عورتوں کی جماعت کے ناجائز ہونے کا ہے (ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۴/ص ۲۰۸/ ۲۱۰، فتاویٰ رحیمیہ، ج ۲/ص ۱۳۷ باب الدعوۃ والتبلیغ)

صحبت میں لگاتا تھایا اگر کسی مرکز میں کسی ایسے شیخ کا انتظام ہوتا تو وہیں جا کر لگ جائے۔

تیسرا مرحلہ پھر باہر جا کر عام تبلیغ میں لگ جاتا تھا۔ الخ انتہی۔

حضرت مولانا کا مشورہ واقعی قابل قدر ہے [1]لیکن آپ کے ذہن میں تربیت سے مراد علمی اور عملی اور باطنی اخلاقی تربیت ہے جو در حقیقت حضرت دہلوی انار اللہ تعالیٰ مرقدہ کے پیش نظر تھی جو آپ کے بعد ناخواندہ اہل تبلیغ سے بگڑنے لگی۔

حضرت دہلویؒ کا ملفوظ کہ بغیر علم کے تبلیغ ضلال ہے:

ملفوظات کے/ص ۳۲ پر جو ارشاد اس کتاب کے/ص ۳۰ پر درج ہے نہایت قابل غور

---

[1]: حضرت مولانا بجنوریؒ کے مذکورہ مشورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ التفسیر حضرت مولانا ذاکر حسن صاحب بنگلوریؒ نے انوار الباری شرح بخاری پر تقریظ کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے کہ "تحریک تبلیغ کے سلسلہ میں مرکز بستی نظام الدین دہلی کے طریقہ کار پر جو تنقید فرمائی گئی ہے بالکل صحیح ہے جہلاء کو منصب تبلیغ دے کر بلا دغدغہ بھیج دیا جاتا ہے جو بلاد وقریٰ میں پہنچ کر باقاعدہ واعظ ومقرر کی حیثیت اختیار کرتے ہیں، رٹی ہوئی احادیث کی عبارتیں غلط سلط پڑھ کر غلط ترجمہ کرتے ہیں بندہ نے خود اپنے کانوں سے سنی ہیں، لوگ ان کو عالم سمجھ کر مسائل دریافت کرتے ہیں اور یہ اعتراف جہل میں کسر شان سمجھ کر جو سمجھ میں آیا بتا دیتے ہیں جس سے بڑی گمراہی پھیل رہی ہے اگر چہ اس تحریک کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ مسائل نہ بتلائیں، مگر اس پر عمل مطلق نہیں ہو رہا ہے اور مرکز ان کی اس غلط روی پر قابو نہیں پا رہا ہے پھر غضب یہ ہے کہ ان کو ہمہ دانی کا اتنا زعم ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی عالم اصلاح کرنی چاہے تو یہ قبول نہیں کرتے اور جہل مرکب میں گرفتار ہو جاتے ہیں نیز اسی زعم میں وہ ان علماء پر زبان اعتراض دراز کرتے ہیں جو ان کی طرح گشتی تبلیغ نہیں کرتے کسی اور طرح کے دینی کام مصروف ہیں ان کی زبان پر اکرام علماء رہتا ہے مگر اکثر وہ تمام ان علماء پر اعتراض اور تحقیر کرتے ہیں جو ان کی طرح گھومتے نہیں پھرتے، اور ان کی دینی تعلیم کو دنیا طلبی و دنیاداری پر محمول کرتے ہیں، جنوبی ہند میں فقیر کا تجربہ ان کے کام کے بارے میں یہ ہے کہ ان کا یہ کام اثمهما اکبر من نفعهما کا مصداق ہے، احقر نے بھی مرکز کو ان نقائص کی طرف توجہ دلائی تھی مگر صدائے برنخواست انہیں نہ کسی ناقد کی تنقید گوارا نہ کسی خیر خواہ کا مشورہ قبول، آپ نے تربیت مبلغین کے بارہ میں جو مشورہ دیا ہے وہ یقیناً لائق قبول وصد تحسین ہے اکثر دقیق النظر علماء کی یہی رائے ہے لیکن مرکزی حضرات سے قبول کی توقع نہیں ہے۔ (انوار الباری ج ۳/ص ۵۵۲، ۵۵۳)

ہے ایک اور ملفوظ ملفوظات کے /ص ۳۹ پر ارشاد ہے۔:

آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جد و جہد بیکار ہوگی ، اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا۔ گویا یہ علم و ذکر دو باز و ہیں، جن کے بغیر اس فضا میں پرواز نہیں کی جاسکتی ۔ بلکہ سخت خطرہ اور قومی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جد و جہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے ۔ دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام و ایمان محض رسمی اور اسمی ہیں، اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے۔ الخ''

حضرت مولاناؒ کا مطلب اس ہدایت سے واضح ہے کہ اس راہ میں کام کرنے والے تبلیغ و دعوت کے سلسلہ کی محنت و مشقت، سفر و ہجرت اور ایثار و قربانی ہی کو اصل کام نہ سمجھیں۔ جیسا کہ آج کل کی عام ہوا ہے، بلکہ علم دین اور علم احکام دین کے تعلیم و تعلم اور ذکر اللہ کی عادت ڈالنے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کو اپنا اہم فریضہ سمجھیں، بالفاظ دیگر ان کو صرف سپاہی اور والنٹیر بننا نہیں ہے بلکہ طالب علم دین اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا بندہ بھی بننا ہے۔

ذکر کی حقیقت صرف یہ زبانی رٹ ہی نہیں یہ تو ذکر حقیقی اور ذکر اکبر کے لیے ایک وسیلہ ہے۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ ''اللہ کی یاد بہت بڑی شے ہے اگر یہ لوگ جانتے'' آنکھوں کا ذکر دلائل وحدت آسمان و زمین کو دیکھنا ہے اور ان میں غور کر کے خالق کائنات کی حقیقت تک پہنچنا ہے کانوں کا ذکر علماء کرام کی زبان سے مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ ''علم دین کا سننا ہے، زبان کا ذکر اللہ تعالیٰ کا نام لینا اور اس کو زبان کے ذریعے سے دل میں اتارنا ہے، ہاتھ پیروں کا ذکر دین رسول اللہ ﷺ اور شریعت حقہ کے اصل مقتضاء پر عمل کرنا ہے، یہاں تک کہ سارا کا سارا بدن ظاہر و باطن مجسمہ دین بن جائے اور عبودیت حقیقی نصیب ہو۔

حضرت دہلوی شکر اللہ تعالیٰ سعیہ' کا مقصد عوام میں علم دین اور اعمال دین کی طلب کا پیدا

کرنا تھا اور اپنے زمانے کے اہل علم اور اہل دین سے ان کو وابستہ کر کے دین کا شیدائی بنانا تھا، دین کا وہ راستہ جو انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے اس کا علم و عمل خود حاصل کرنا اور باقیوں میں اس کا پھیلانا تھا۔ باقی رہا طریقہ، جو طریقہ اس مقصد کے لیے مفید ہو وہی ٹھیک ہے۔ ایک ہے کار اور ایک ہے طریق کار۔ طریق کار بجائے خود مقصد نہیں ہوتا مقصد کو چھوڑ کر طریق کار کو بجائے خود کار سمجھنا جہالت ہے[۱] یہی وہ اعتقادی اور عملی بدعتِ ضلال ہے جس نے اس موجودہ مقدس سلسلۂ تبلیغ کو بے معنی بنا دیا ہے بلکہ طالب علم دین ہونے کی بجائے مسخرے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ **واللہ الهادی وبیده الهدایه.**

الحاصل ایک تو حضرت دہلویؒ کی تبلیغ کا رنگ تھا اور ایک ہمارے آجکل کے اہل تبلیغ کا رنگ ہے۔ یعنی بستر ے کندھوں پر رکھ کر نکلنا اور سنی سنائی باتوں کو از بر کر کے اجتماعات میں بے تکلف سنانے کی مشق کرنا لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے اکسانا، چاہے جھوٹ کے طومار کے ذریعے کیوں نہ ہو اور نابالغ بچہ کیوں نہ ہو یا ڈاڑھی منڈا جوان کیوں نہ ہو۔ البتہ سلسلۂ تبلیغ میں وقت دیکر ضابطہ کی خانہ پری کروانا یہی ان کے ہاں دینی کامیابی ہے اور یہی ان کے ہاں جنت کی کنجی ہے، انبیاء کرام کا عمل ہے۔ "**العیاذ باللہ من شر الجهل المرکب**"

آگے سید بجنوری صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں، تبلیغی جماعتوں کے لوگ ہر جگہ پہنچ رہے ہیں وہ اکثر دین اور علم دین سے کم واقف ہوتے ہیں اور وہ تبلیغ کے فضائل یا شرعی

---

[۱]: محی السنہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ ہردوئی نے فرمایا کہ "افراط (کی کوتاہی) کا بھی بہت سے مواقع میں مشاہدہ ہوا کہ بعض وہ صاحبان جن کو کچھ توفیق دینی جدوجہد کی عطا ہوئی وہ حضرات علمائے کاملین پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ دین مٹ رہا ہے اور یہ حضرات تبلیغ نہیں کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرات بڑی دینی خدمات میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں، ایسے لوگوں کے اعتراض سے ظاہر ہوا کہ تبلیغ کی ضروری حدود بلکہ اس کی حقیقت سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اس نظام خاص کو جس کے موافق دینی مساعی کرتے ہیں مقصود سمجھتے ہیں جو افراط کا مصداق ہے حالانکہ نظام سنت کے علاوہ کوئی اور نظام مقصود نہیں اور کسی دوسرے نظام کو یہ درجہ دینا صریح تعدی اور بدعت ہے (مجالس ابرار ص ۲۵۸)

مسائل بھی غلط طور سے پیش کرتے ہیں جس سے نہ صرف یہ کہ ٹھوس علمی اور دینی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مضر اثرات بھی پڑتے ہیں، ہم نے خود دیکھا ہے کہ تبلیغی جماعت کے بعض لوگوں نے نماز کی ترغیب اس طرح دلائی کہ بہت سے لوگوں کو بے وضو ہی نماز پڑھوادی اول تو یہ شرعاً ناجائز ہے۔ پھر اگر اس کا کوئی عادی ہوگیا کہ وقت بے وقت بے وضو بھی نماز پڑھنے لگے تو اس گناہ عظیم کے ذمہ دار کون لوگ ہونگے۔ اسی طرح اور بہت سی غلطیاں کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ تبلیغ کے فضائل بے شمار ہیں لیکن ہر چھوٹے بڑے تبلیغی سفر کو جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے کے برابر قرار دینا اور جہاد فی سبیل اللہ کے سارے فضائل قرآن اور حدیث کے اپنے تبلیغی اسفار پر منطبق کرنا درحقیقت ایک بڑی بے احتیاطی اور دلیری ہے[1] جس میں کچھ اہل علم بھی مبتلاء ہیں قرآن کریم کی اصل تفسیر کو مسخ کرنا ہے، یعنی جہاد بالسیف جو حقیقی جہاد اور قرآن و حدیث کا حقیقی مدلول تھا، اس کو مکمل طور پر ذہنوں سے نکال دینا ہے اور یہی قولاً اور عملاً دکھانا ہے کہ قرآن کریم اور احادیث اور فقہ کی کتاب الجہاد کا مصداق یہی تبلیغی اسفار ہی ہیں اور بس۔

تبلیغ کے کام پر حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ کا مفصل تبصرہ:

بندہ نے حضرت العلامہ جناب مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی خدمت اقدس میں بھی تبلیغی جماعت کے کام کے متعلق سوالات بھیجے تھے جواباً حضرت نے اس عمل تبلیغ کو بیس اجزاء کا ایک مجموعہ قرار دیکر جو اجزاء قابل تسلیم تھے ان کی تصحیح فرمائی اور جو قابل اصلاح تھے ان کی اپنی خداداد قابلیت سے ایک لطیف پیرایہ میں اصلاح فرما کر ہر جزو کا الگ الگ جواب ارشاد فرمادیا۔ جزاهم الله تعالیٰ فی الدارین احسن الجزاء.

---

[1]: حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی نے فرمایا کہ ان (تبلیغی جماعت) کے بارے میں یہ خبر بھی عام مشہور ہے کہ مسئلہ جہاد کے بارہ میں قرآن و حدیث میں جو واضح ارشادات ہیں یہ انہیں توڑ مروڑ کر تبلیغی جماعت پر چسپاں کررہے ہیں یہ قرآن میں تحریف ہے جو صریح کفر ہے۔ (خطبات الرشید ج ۴/ص ۲۹۵)

نمبروار اجزائے سوال اور سامنے حضرت کے جوابات اور کہیں کہیں اس بندۂ ناچیز کی معروضات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) لوگوں کو کلمہ و نماز کی تلقین۔

(۲) خود نوافل و وظائف کی کثرت دوسروں کو ترغیب معہ دیگر اعمال صالحہ۔

(۳) باہم خلاف شرع امور پر احکام کا چرچہ اور عبادات کا بھی۔

(۴) اپنا دین درست کرنے اور دوسروں کو ترغیب قولی و فعلی دینے کے لیے خروج۔

جواب:۔ ظاہر ہے کہ تبلیغ فرض کفایہ کی ادائیگی اور سنت عبادت کی پیروی ہے نمبر (۴) میں اصحاب صفہ کی مشابہت ہے گو دائمی نہیں عارضی ہی سہی کہ گھروں سے نکل کر حصول دین کے لیے آئے تھے۔ آیت "فَلَوْلَا نَفَرَ" میں اس کا اشارہ ہے اور تبلیغ "بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً" کی تعمیل ہے۔

عرض.......... عصر نبوت سے لے کر حضرت دہلویؒ کے زمانے تک علوم نبوت کی ترویج تعلیم و تعمیل کا یہی شیوہ رہا ہے لیکن حضرت دہلوی اور حضرت یوسف العصر برد اللہ تعالیٰ مضاجعہما کے بعد جہاں علماء کرام کی نظرداری میں کام ہو رہا ہو اس کو چھوڑ کر عام صورت حال کو جہالت اور رسمیت کے حملے نے پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے، دین کی حسین شکل و صورت اور معنوی حقیقت کو بے پناہ پروپیگنڈے کے ذریعے مسخ کیا جا رہا ہے۔ صحابہ صفہ تو حضور ﷺ کے علوم کے طالب تھے اور فَلَوْلَا نَفَرَ میں تو خروج تفقه في الدين کے لیے تھا۔ کیا ہمارے اہل تبلیغ کسی دار العلوم یا کسی عالم کامل کی صحبت میں رہنے کے لیے جا رہے ہیں یا بنام تبلیغ گھومنے پھرنے کے لیے۔

(۵) ان امور کے لیے بڑے ملکی اور غیر ملکی اور شرعی سفر۔

جواب:۔ یہ بھی اسی کا بڑا شعبہ ہے تبلیغ کا بھی اور خود کی درستی کا بھی۔

(۶) ہر قسم کے لوگوں کو اسی خروج و سفر کی ترغیب۔

جواب: اس میں بھی اس دین کے علم و اعلام کی حسب توفیق ترغیب۔

(۷) زمانہ کی سستی و غفلت کی وجہ سے ترغیب میں شدت۔

جواب:۔غفلت دور کرنے کے لیے شدید اصرار تک درست ہے۔مگر جبر جائز نہیں اور جبر ہونا بھی مشکل ہے۔کیوں کہ جبر وہ ہے جس میں اختیار سلب ہو جائے تو پستول جیل یا خنجر کا کوئی کام ہے نہیں، اور اصرار اور دفع اعذار جبر نہیں۔

تخصیص شب جمعہ کی علمی تحقیق:

(۸) تبلیغ قولی وعملی کے لیے ہفتہ میں ایک شب جو کہیں شب جمعہ کہیں شب یکشنبہ کا اجتماع۔

جواب:۔اجتماع نوافل کے لیے مکروہ ہے مگر تبلیغ کہ جس میں احکام واجبہ پہنچائے جائیں عمل کرایا جائے جائز ہے یہاں تبلیغ بھی ہے، عمل بھی ہے لیکن کسی شب کو ایسا مقرر کرنا کہ اس میں تو ثواب سمجھا جائے۔اس کی غیر میں گناہ یا ثواب سے خالی سمجھا جائے یہ بدعت ہوگا۔اگر ایسا نہیں تو امر مستحب پر دوام ہے دوام جائز ہے التزام بدعت ہوتا ہے۔

عرض ......اس کتاب کے/ص ۱۰ پر حدیث شریف ہے کہ تخصیص شب جمعہ برائے نوافل عبارۃً اور باقی عبادات مشروعہ کے لیے دلالۃً ممنوع ہے تو مستحب کیسے رہا جس پر دوام جائز ہو۔فتاویٰ امدادیہ میں ایک سوال ہے کہ صبح کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے کو بدعت میں شمار کرتے ہیں اور صلوٰۃ ضحیٰ اور اوابین وغیرہ کی مداومت کا حسنات میں شمار ہو۔ فرق نہیں سمجھ میں آیا۔

حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ العزیز نے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر اس مصافحے کو جائز رکھ کر اس کے دوام کو بدعت کہتے تو یہ شبہ صحیح تھا خود اس مصافحے کو بدعت کہتے ہیں کہ غیر محل مشروع میں ہے، بخلاف مقیس علیہ کے کہ جس وقت میں ان کو ادا کیا جاتا ہے وہ ان کا محل مشروع ہے۔البتہ اگر مصافحہ بعد الصلوۃ ثابت ہوتا۔پھر اس کے دوام کو منع کیا جاتا تو

وجہ فرق پوچھنا صحیح ہوتا۔ اگر علاوہ مصافحے کے یہی فرق ایسے اعمال میں پوچھا جاوے جنکی اصل ثابت ہے تو وہاں یہ جواب ہوگا۔

کہ دوام منع نہیں کیا جاتا بلکہ التزام اعتقادی یا عملی کو منع کیا جاتا ہے۔ التزام اعتقادی یہ کہ اسکو ضروری سمجھے اور التزام عملی یہ کہ اس کے ترک پر ملامت کریں اور مقیس علیہ (صلوۃ ضحیٰ اوابین وغیرہ) میں ایسا التزام نہیں ہے اور دوام جائز ہے۔ انتہی''۔

مطلب واضح ہے کہ مصافحہ بعد الصلوۃ بلا دوام یا التزام کے خود غیر محل مشروع میں ہے اور بدعت اور غیر مشروع ہے اور ضحیٰ اور اوابین محل مشروع میں ہی مشروع ہیں۔ دوام کو منع نہیں کیا جاتا التزام اعتقادی یا عملی کو منع کیا جاتا ہے۔ عین اسی طرح شب جمعہ ازروئے شرع شریف اجتماع کا محل نہیں ہے کہیں بھی حضرت شارع علیہ السلام سے منقول نہیں ہے کہ حضرت نے شب جمعہ کے اجتماع کے لیے قولاً فرمایا ہو یا خود عملاً اس اجتماع کا اہتمام کیا ہو۔ بلکہ ممنوع فرمایا ہے۔ لہذا یہ عمل بنیاد سے غیر محل مشروع میں ہے اور غیر مشروع ہوگا اور دوام اور التزام اس کا دوام اور التزام کسی عمل غیر مشروع کا ہوگا۔

اہل تبلیغ کے ہاں تو شب جمعہ کا یہ اجتماع دین کا ایک بنیادی عمل ثواب اور شعار دین سمجھا جاتا ہے۔ دور دور تک شب جمعہ کی دعوت کو ایسا پھیلایا جاتا ہے، جیسے ارکان اسلام کی دعوت ہو۔ بلکہ اس میں ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب سمجھتے ہیں "لاحول ولا قوۃ الاباللہ"۔

وقال ابن عابدين فى ردالمحتار فى بيان تلحيد الميت وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وما ذاك الا لكونها لم توثر فى خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بانها سنة فيه، ولذا منعوا عن الاجتماع لصلوة الرغائب التى احدثها بعض المتعبدين لانها لم تؤثر على هذه الكيفية فى تلك الليالى المخصوصة و ان كانت الصلوة خير موضوع

(فتاویٰ شامی ج۳/ص ۱۴۱).

ترجمہ: فرمایا ابن عابدین نے ردالمحتار میں میت کے دفنانے کے بحث میں تصریح فرمائی ہے۔ ہمارے بعض علماء اور ہمارے سوا اوروں نے کہ نمازوں کے بعد یہ رائج مصافحہ مکروہ ہے باوجودیکہ مصافحہ سنت ہے۔ یہ سوا اس کے نہیں کہ مخصوص اس موقعہ پر مصافحہ منقول نہیں ہے تو اس پر دوام عوام میں بھی یہی خیال پیدا کریگا کہ اس مخصوص اوقات میں مصافحہ سنت ہے اور اسی واسطے علماء نے اس نئی پیدا کردہ نماز صلوۃ الرغائب سے منع فرمایا ہے کہ یہ نماز اس خاص کیفیت کے ساتھ ان خاص راتوں میں منقول نہیں ہے اگرچہ مطلق نماز تو خیر ہی خیر ہے۔

یہی حقیقت اس شب جمعہ کی بنائی گئی ہے اور عوام میں تبلیغ دین کے نام پر پھیلائی جارہی ہے جس سے حقیقی شکل دین محمدی کی مسخ ہوتی جارہی ہے۔

(۹) اپنے اپنے اخراجات ہر شخص برداشت کرے۔

جواب:۔ بہت اچھی بات ہے۔

(۱۰) اس طریق کو انبیاء اور صحابہؓ کا طریق قرار دینا۔

جواب:۔ اس معنی سے تو ہوسکتا ہے کہ ابتدائی سادہ طریقہ یہ رہا ہے ورنہ جب سے قویٰ کمزور، حضورؐ کے زمانہ سے بُعد کی وجہ سے دلوں میں سستی اور طرح طرح کے کمزور علم و عمل والوں کے اشکالات اور غلط پروپیگنڈے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف محاذ بنائے جانے لگے۔ اب تدوین کتب، تشریح علوم نبوی، تحصیل علم دین اور مہارت علوم کے لیے مدارس، دلوں میں دین کی بات جمانے کے لیے ریاضات ومجاہدات کی خانقاہیں، مخالفین اسلام اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے لیے شبہات دور کرنے، اسلام کی تعلیم اور فوقیت کو عام کرنے کے لیے تصانیف، مضامین، تقریریں، مناظرے، سب حضور ﷺ کی تعلیمات کو مستحکم اور محفوظ بنانے کے لیے لازم ہوگئے کہ دین کی حفاظت فرض ہے۔ اس کے یہ سب طریقے فرض ہوگئے۔ یہ طریقے انبیاء اور صحابہؓ کے طریقہ کے خلاف نہیں انہیں کی تشریح توضیح سائلین کی کثرت کے مطابق اور بقائے دین کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو آج یہ طریقہ جو رائج کرلیا گیا ہے۔ اس کا بھی بتانے والا کوئی نہ ہوتا نہ کوئی سننے والا مل سکتا نہ

یہ کام ایک قدم چل سکتا۔ ہاں یہ بھی دین کے پھیلانے کا ایک طریقہ ہے جو ابتدائی مرحلہ ہے آگے عرض ہوگا کہ اس سے صرف طلب پیدا ہوتی ہے، آگے بہت دین باقی ہے۔

(۱۱) دوسرے طریق تبلیغ سے اس کو افضل قرار دینا۔

جواب:۔ یہ بات قرین انصاف نہیں ، سب سے افضل زمانہ میں مدارس دینیہ ہیں، اس میں اصل دین کی حفاظت واشاعت ہے۔ ایسے لوگ بنائے جاتے ہیں جو دین پھیلا سکیں، محفوظ رکھ سکیں خود بھی عمل کریں ، دوسروں سے بھی کرائیں ، ہر مخالف دین کی کوششوں کو توڑیں، تحریفات کی قلعی کھول دیں ، تمام حملوں میں سینہ سپر ہو جائیں، جس جس طرح ہو سکے حفاظت واشاعت کریں۔

جو حضرات اس سلسلے کے بانی ہیں ، حضرت مولانا الیاس صاحب ؒ پھر مولانا محمد یوسف صاحب ؒ اور شیخ الحدیث وغیرہ سب انہی مدارس سے تو بنے ہیں۔ انہی کے بزرگوں سے باطن درست کرا کے بنے ہیں ۔ یہ کس قدر کفران نعمت ہے کہ انہی کے خوشہ چین ان کو اور ان کے کام کو مفضول قرار دیتے ہیں اور الزام قائم کرتے ہیں کہ انہوں نے غیر افضل میں عمر کھو ڈالی ہے۔

(۱۲) غیر عالم کو بھی امیر بنا دینا جو احکام کی رعایت نہیں کر سکتا۔

جواب:۔ یہ چیز بہت سی خلاف شرع اور گناہ کی باتوں کا ذریعہ بن جاتی ہے جس کے واقعات سب کے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اس لیے اس کی سخت احتیاط کی ضرورت ہے کہ امیر کے لیے لازم ہو کہ وہ بغیر ماہر عالم سے معلوم کئے حکم جاری نہ کر سکے۔ تا کہ گناہوں کا ذریعہ نہ ہو۔

(۱۳) غیر عالم کو مقرر بنانا جو رطب و یابس غلط اور صحیح بیان کر دیتا ہے۔

جواب:۔ جو معتبر عالم نہ ہو اس کی تقریر کرانا تقریر کا سننا اہتمام کرنا سب گمراہی اور گناہ کا ذریعہ ہوتا ہے! اس لیے یا تقریر کے لیے معتبر عالم منتخب ہو، یا کسی اپنے بڑے بزرگوں کی کتاب سے تقریر کی جائے۔ پڑھ کر سنا دیا جائے تا کہ گمراہی نہ شائع ہو، یہ دونوں باتیں

خطرے کی ہیں ان کا انتظام ضروری ہے بلکہ ۱۶، ۱۷ کے بغیر خطرہ ہی ہے۔

(۱۴) صرف چھ امور کو ہی اہم قرار دینا باقی دینی امور کو غیر اہم رکھنا۔

جواب:۔ یہ چھ امور ابتدائی مرحلہ ہے، اس میں منہمک ہو کر باقی دین سے غفلت جرم ہے، باقی کو غیر اہم سمجھنا گناہ ہے خصوصا عقائد کو۔ اس کام کو ابتدائی مرحلہ قرار دینا ضروری ہے اور آگے دینی ترقی ضروری ہے۔

(۱۵) جو علمائے دین دوسرے کاموں میں ہیں ان کو کوتاہی میں مبتلا قرار دینا۔ بلکہ وہ کام بند کرا کے اس میں لگانا۔

ا: حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ”غیر عالم کبھی وعظ نہ کہے اس میں چند مفاسد ہیں ایک تو اس میں حدیث کی مخالفت ہے رسول اللہ ﷺ کا امر ہے کہ ہر کام کو اس کے اہل کے سپرد کرنا چاہئے آپ ﷺ فرماتے ہیں اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة (بخاری) کہ جب کام نااہلوں کے سپرد کئے جانے لگیں تو قیامت کے منتظر رہو گویا نااہل کو کوئی کام سپرد کرنا اتنی سخت بات ہے کہ اس کا ظہور قیامت کی علامات سے ہے۔.........اور ظاہر ہے کہ غیر عالم وعظ گوئی کا اہل نہیں یہ منصب علماء کاملین کا ہے اس لیے غیر عالم کو اس کی اجازت ہرگز نہ دی جائے۔ (وعظ الہدیٰ والمغفرہ بحوالہ الکلام البلیغ)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ ”دعوتی پروگرام کے سلسلے میں داعی اور مبلغ کا مقاصد تبلیغ کے حق میں عالم اور باخبر ہونا ضروری ٹھہرتا ہے محض لسان اور بولتا ہونا کافی نہیں جاہل محض اور شرعی ذوق سے بے بہرہ حقیقی داعی یا منصب دعوت کا اہل نہیں ہو سکتا اور خواہ مخواہ بن بیٹھا تو لوگوں کے لیے گمراہی کا سبب اور خطرۂ ایمان بنے گا جیسے ”نیم حکیم خطرۂ جان ہوتا ہے“ اور پھر اس کی روک تھام مشکل ہوگی یا فتنہ کا سبب بن جائے گی جیسا کہ آج کل اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے بہت سے لسان مگر جاہل واعظ تبلیغی اسٹیجوں پر اچھلتے کودتے نظر آتے ہیں جو اپنی ذہنی تخیلات کو بہ رنگ شریعت پیش کر کے مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ (دینی دعوت کے قرآنی اصول ص ۳۱)

اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ معارف القرآن میں آیت مبارکہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ: الخ کے تحت فرماتے ہیں کہ ”امر بالمعروف کی قدرت پہلے تو اس پر موقوف ہے کہ وہ معروف و منکر اس شخص کو پوری طرح معلوم ہو...... لیکن جب تک اس کو واقفیت نہیں اس کا اس خدمت کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں جیسے اس زمانے میں بہت سے جاہل وعظ کہنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں نہ انہیں قرآن کا علم ہے نہ حدیث کا یا بہت سے عوام سنی سنائی باتوں کو لے کر لوگوں سے جھگڑنے لگتے ہیں کہ ایسا کرو ایسا نہ کرو یہ طریق کار بجائے معاشرہ کے درست کرنے کے اور زیادہ ہلاکت اور جنگ و جدل کا سبب ہوتا ہے (معارف القرآن ج ۲ ص ۱۳۷، ۱۳۸ مکتبہ تھانوی)

جواب:۔چوں کہ افضل ترین دینی کام علم دین کے مدرسے اور اصلاح اعمال واخلاق کے سلسلے یا خانقاہیں ہیں ان کو کوتاہی والا سمجھنا بے انتہا جہالت اور بے راہی ہے اور ایسے لوگوں کو اس اہم ترین کام سے ہٹانا اور اس میں لگانے کی کوشش مرتبۂ عالیہ سے اسفل کی طرف لانا ہے،وہ دونوں انبیاء،صحابہؓ کے اعلیٰ ترین کاموں میں منہمک ہیں ان سے ایک منٹ کی غفلت بھی ناقابل برداشت ہے اور اس سے اسلام کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے جو لوگ دنیا میں مشغول ہیں ان کو اس طرح دین میں لگانا عمدہ کام ہے۔

(۱۶) ہر شریک کو صرف اسی کام پر قناعت کرنا جو صرف طلب دین کی پیدا کرتا ہے آگے بیعت اور اصلاح اعمال واخلاق کی فکر نہ کرنا۔

جواب:۔کام کرنے والوں کو اسی پر قناعت کر لینا کہ بس پوری دینداری اور خدارسی اور دینی کمال یہی ہے سخت ترین دھوکہ ہے اس خیال کے پختہ ہونے پر وہ ان تمام دولتوں اور نعمتوں سے محروم رہ جائیں گے،جو اولیاء اور صلحاء کو حاصل ہوتی ہیں .... اور انبیاء علیہم السلام کا اصل مقصد ہے تزکیہ نفس جس کو قرآن مجید میں گیارہ قسموں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اس لیے سنت بیعت اور فرض تزکیۂ اخلاق کے لیے روز قدم بڑھانا فرض سمجھا جائے۔

اے برادر بے نہایت در گہے است

ہرچہ بروے مہ بروے رسی ایست

(۱۷) مطالعہ صرف فضائل کی کتابوں تک محدود رکھنا بزرگوں کی ان کتابوں او ملفوظات کو نہ دیکھنا جو خود صحبت اولیاء اور شیخ وقت کا کام دے،اور دل میں عشق الٰہی کی آگ لگانے والی ہیں۔

جواب:۔صحبت نیک کے فضائل ہر شخص کو معلوم ہیں اور دین کا علم ہر مرد عورت پر فرض ہونا بھی سب کو معلوم ہے۔تو بزرگوں کی ایسی کتابوں سے جو نیک صحبت،کافی علم دین،اور عشق الٰہی پیدا کرنے والی ہوں،اس سے غافل رہنا سخت محرومی ہے۔حضرت حکیم الامت،مجدد الملت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مواعظ وملفوظات،تالیفات

تریاق ہیں۔

(۱۸) خروج وسفر کے حقوق واجبہ کی تکمیل سے غفلت۔

جواب:۔ تبلیغ کے لیے وقت نکالنا بے شک خود اپنے دیندار بننے اور دوسروں کو بنانے کے لیے بہت ثواب کا کام ہے، بشرطیکہ حقوق فرض و واجب ادا کر کے ہو ان کا انتظام ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک کارِ ثواب دوسرے کے عذاب کا سبب بن جائے۔ اس کو اہل فتویٰ علماء سے دریافت کر لیا جائے۔

(۱۹) غیر ملکوں میں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنا۔

جواب:۔ بے انتہاء عمدہ کام ہے۔

(۲۰) حتی الامکان سادگی اختیار کرنا اس کی ترغیب دینا۔

جواب:۔ بہت اچھی بات ہے، اس میں شک نہیں کہ بعض لوگ غلو کر لیتے ہیں، اور ناروا باتیں کر جاتے ہیں، اس لیے ان پر آگاہ کرنا بھی اسلامی فرض ہے، اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، مگر جس قدر کام ہو رہا ہے اس کو روکنا کسی طرح درست نہ ہوگا۔

عرض:۔ یہی مقصد ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی درستی اور حسب قانون شرع اس کی اصلاح ہو جائے۔

قدیم علمی شاہراہ تبلیغ:

اس تمام بحث وتمحیص کا خلاصہ حاصل یہ ہے کہ اگلی زندگی میں مخلوق خدا کی نجات اور فلاح کے لیے جو علمی اور عملی پروگرام اللہ تعالیٰ عز وجل نے حضور نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا ہے اس میں ہر ایک فرد بشر پر اس کا علم حاصل کر لینا اور اپنی ہر قسم کی زندگی کو اسی عملداری کے رنگ میں رنگنا اور پھر اس کو حتی المقدور مخلوق خدا میں پھیلانا لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس پھیلانے کا نام تبلیغ ہے۔

حضورؐ کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی معمول سلف صالحین میں چلا آ رہا تھا کہ علم دین

کو حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔اور اس علم کی روشنی میں مخلوق خدا کی خیر خواہی حتی المقدور ہوتی رہتی تھی۔اور بس علوم شرعیہ اور اعمال شرعیہ امت کی نظروں میں ہوتے تھے۔

اب یہ موجودہ سلسلہ جو تبلیغ کے نام سے جاری ہو گیا ہے۔یہ بہت سے اجزاء کا مجموعہ ہے جیسا کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اس کے بیس اجزاء بنائے ہیں۔کچھ صحیح کچھ غلط۔صحیح اجزاء اس کے بہت خوش رنگ ہیں اور غلط اجزاء اصلاح طلب ہیں۔عوام میں اس مجموعے کا نام تبلیغ ہے۔

اولاً: تو ظاہر ہے کہ غلط اور صحیح کا مجموعہ غلط ہی ہوتا ہے [۱] جیسا کہ پاک پانی اور نجس پانی کا مجموعہ نجس ہی ہوتا ہے، نجاست کے ایک قطرے سے سارا کنواں پلید ہو جاتا ہے۔

ثانیاً: تبلیغ کا یہ موجودہ نظام کذائی اور معمولاتِ رائجہ حضور ﷺ سے منقول نہیں ہیں ،اور عوام ان کو دین کی عقیدت سے اور فلاح آخرت اور ثواب کی نیت سے برت رہے ہیں ، بلکہ اس بدعی نظام کو مقبول اور نامقبول کے درمیان معیار بنائے ہوئے ہیں اور یہ حقیقت عندالشرع بدعت ضلال کی ہے جس سے بموجب حدیث شریف توبہ کئے بغیر کوئی بھی عبادت فرض نفل جانی مالی حق تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں اس بلا سے امت کو نجات دینا بقول حضرت دہلویؒ علمائے امت کے ذمے فرض لازم ہے [۲] یہاں تک کہ یہ بدعی قیودات مٹ کر عوام میں مطابق سنت علوم نبویہ کی طلب اور قدر و منزلت پیدا ہو اور یہ جماعتی رنگ اور تفرقے کی شکل اور بدعی قیودات سے امت مرحومہ کو نجات حاصل ہو. **واللہ اعلم بالصواب وھو الموفق حسن المآب .**

---

[۱] اذا اجتمع الحلال والحرام او المحرم والمبیح غلب الحرام والمحرم: (قواعد الفقہ ص ۵۵).

[۲] مروجہ تبلیغی جماعت کی بے اعتدالیاں اور شدت پسندی علماء امت کو ہمیشہ رلاتی رہی ہیں علماء ربانیین اس جماعت سے مستقبل میں ہونے والے فتنہ کو ہمیشہ محسوس کرتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جو علماء حق اس جماعت سے کسی طرح مصلحۃ بقیہ آئندہ صفحہ پر

حضرت شیخ الحدیث صاحب اطال اللہ بقاءہ کی کتاب "تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات" کے متعلق ضروری معروضات

اب حضرت کی کتاب کے اشکالات اور جوابات پر نمبر وار کچھ معروضات پیش خدمت کئے جاتے ہیں امید ہے کہ توجہات سامی میں آجائیں گے۔

حضرت کی وسعت اخلاق سے امید ہے کہ ناگوار نہ فرمائیں گے۔اور اگر حضور عالی مقبول ہو گئے۔تو اصلاح کے لیے فرمان صادر فرمائیں گے۔

بقیہ صفحہ ۵۲ کا: وابستہ رہے ہیں کسی نہ کسی موقع پر امت کو ان کے بگاڑ سے آگاہ فرما کر گویا کہ وجود میں آنے والے فتنہ سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا ہے،اسی سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی کا ایک مضمون ۱۳۷۲ء میں ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کے جمادی الاولی کے شمارے میں شائع ہوا تھا جواب متعدد کتب کا جز بن چکا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ سب سے مشکل چیز اعتدال ہے،انبیاء علیہم السلام میں اعتدال بدرجۂ اتم ہوتا ہے،ہم صاف کہتے ہیں کہ یہ بالکل امکان ہے کہ پچیس برس کے بعد اللہ کے کچھ بندے پیدا ہوں جو صاحب نظر بھی ہوں اور اللہ کے ساتھ ان کا تعلق ہو اور ہمارے اس طریقہ میں زمانہ کی ضرورت اور تقاضے کے لحاظ سے تبدیلیاں کریں،اس وقت اگر ایک جامد طبقہ اس کی مخالفت ہمارا نام لیکر محض اس بناء پر کرے کہ ہمارے بزرگ ایسا کرتے تھے تو اس کا رویہ غلط ہوگا،اس کا اصرار ہٹ دھرمی ہوگا،کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہماری اس تحریک میں بھی ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقہ کار اور یہی طرز دین کی خدمت اور احیاء کے لیے ہمیشہ کے لیے اور ہر جگہ کے لیے ضروری ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے جب تک اس مخصوص طریقہ پر تقریر نہ ہو اسی خاص ڈھنگ پر ان ہی ساری پابندیوں پر گشت نہ ہو اور اجتماعات میں مقررہ طریقہ سے دعوت نہ دی جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ساری جدوجہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہوا،یہ بے اعتدالی ہے اور یہ رویہ خطرناک ہے اس لیے کہ اس طرز عمل کی وجہ سے مختلف مذاہب اور فرقے امت میں پیدا ہوئے ہیں،اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ اب تک غور اور تجربوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے کہ ہر تقریر کے بعد جہد وعمل کی دعوت ضرور دی جائے ،ہر بستی میں ایک مرکزی اجتماع ضرور ہو،رات کو مساجد میں قیام ہو وغیرہ وغیرہ،پس جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں ہمیں اس وقت تک ان کو جاری رکھنا چاہئے،لیکن اگر ہفتہ کا اجتماع ہمارے شہر لکھنؤ کی نوچندی جمعرات کی طرح ایک رسم بن جائے،رات کا قیام رت جگا کی طرح رسمی ہو جائے اور دین کے کام کے لیے چلنا ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہو جائے گی اور اس وقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ ان کے خلاف جدوجہد کریں اور ان رسومات کو مٹائیں۔بہت سی چیزیں صحیح مقاصد اور دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار...... بقیہ صفحہ آئندہ پر

(اشکال نمبر ۱) جہاد حقیقی اور حکمی: (از صفحہ ۲/ تا ۱۰)

خلاصۂ اشکال کہ تبلیغ والے جہاد کی آیات اور احادیث کو اپنے تبلیغی اسفار کی تائید میں کیوں پیش کرتے ہیں۔ الخ

حضرت شیخ نے اس اشکال کے جواب میں رائج الوقت تبلیغی اسفار کو سچ مچ جہاد ثابت کرنے کے لیے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، ایک حد تک بجا ہے۔ البتہ لفظ جہاد کے شریعت میں دو معنے ہیں۔ ایک جہاد اصطلاحی جسکی حقیقت کفار کے ساتھ بہ شرائط معروفہ عند الفقہاء قتال مراد ہوتا ہے، جو بعض حالات میں فرض عین اور بعض حالات میں فرض کفایہ ہوتا ہے اور بہت سے مختلف احکام شرعی اس کے متعلق ہیں۔ اور دوسرے جہاد لغوی یعنی عام معنوں میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوشش کرنا جس قسم کی ہو تھوڑی ہو یا بہت۔

جسکی کئی ایک قسمیں ہیں۔

(۱) جہاد باللسان اصلاح دین کے لیے زبانی کوشش۔

(۲) جہاد بالید اصلاح دین کے لیے ہاتھ سے کام لینا۔

(۳) جہاد بالقلب یعنی دل سے نفرت کرنا جو حدیث شریف **من رأی منکرا** (الحدیث) کا مضمون ہے، یہ اقسام بہ نسبت پہلے کے بہت نرم ہیں، یہ فرض واجب نہیں ہوتے۔ البتہ اجر وثواب اس کا بھی بہت زیادہ ہے، یعنی جہاد حقیقی کی نوعیت اور ہے اور جہاد لغوی اور حکمی کی حقیقت اور ہے۔ جیسے شہادت حقیقی اور حکمی نام سے دونوں شہادت ہیں۔ لیکن احکام میں فرق بین ہے۔

شہید بہ شہادت حقیقی اگرچہ خون میں لت پت ہے اور خون نجس ہے لیکن اس شہید کا

بقیہ ص ۵۳ کا: کر لیتی ہیں، ایسے مواقع پر حقیقت و رسم، سنت و بدعت، فرض و مباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے اور کہنے والے نے کہا ہے، گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ (الفرقان لکھنؤ جمادی الاولی ۱۳۷۲ھ ''بحوالہ ''دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت ص ۱۲۱/ مصنف: مفتی عبد الشکور صاحب ترمذیؒ)۔

خون حکماً پاک ہے اور اسی حالت میں بغیر غسل کے اس پر نماز جنازہ جائز ہے۔
سوا شہید حکمی کے جیسے شب جمعہ کی میت یا مطعون یعنی طاعون سے یا مبطون پیٹ کے مرض اسہال وغیرہ سے یا طلب علم میں میت یا ہجوقسم اللہ کی راہ میں ہر میت حکماً شہید ہے لیکن اس پر شہید حقیقی کے احکام جاری نہیں ہو سکتے اور درجات اخروی میں بھی فرق ہوتا ہے۔

بے شک احتساب دین یعنی دین کا سپاہی بننا اور دین پھیلانے کی کوشش کرنا حسب استطاعت اونچا عمل ہے جو حضرت دہلویؒ کا اس تحریک سے مقصد اور مراد تھا۔ لیکن آج جب وہ ترک فرائض قطعیہ پر منتج ہوا۔ اور اسمی اور رسمی بنا تو خود بقول حضرت دہلویؒ کے فتنہ و ضلال بن ہی گیا۔

ہمارے تبلیغی حضرات اپنے تبلیغی سفر کو مجاہدین موتہ کے جہاد کے رنگ میں فرض کر کے نماز جمعہ جیسے فرض قطعی کو چھوڑنے اور چھوڑ وانے پر اتر آئے ہیں ۔ اور سخت سے سخت وعیدات ترک جمعہ میں مبتلا ہو کر حضور اقدس ﷺ کی بد دعاؤں کا ہدف بن رہے ہیں ۔ اور مسلسل ترک جمعہ کے اثر میں مختوم القلب ہو رہے ہیں۔ جن پر وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث پاک کا مضمون ہے۔ بے شک جہالت اور علم سے بے نیازی کے برے نتائج ہوتے ہی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ۔ نہ یہ کسی معنوں میں جہاد ہو سکتا ہے، اور نہ جائز ہے بلکہ مہلک ، فتنہ اور شدید ابتلاء ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور امت مرحومہ کی حفاظت فرمائے آمین۔

اس طرح کرنے کا نتیجہ تو حقیقی جہاد بالسیف کے تصور کا بھلا دینا ہوگا ہر شخص کے ذہن میں یہی ہوگا کہ قرآن و حدیث کے جہاد کا مصداق جہاد بالسیف نہیں بلکہ یہی تبلیغی جہاد ہے۔ واللہ المستغاث ۔

(اشکال نمبر ۲) مسلمانوں کو وفود بھیجنا (از ۱۰/ تا ۱۴)

خلاصہ اشکال :۔ حضور ﷺ کے زمانے میں تو سرایا اور جماعتیں کفار کی طرف بھیجی جاتی

تھیں مسلمانوں کے پاس تو نہیں بھیجی جاتی تھیں مسلمانوں کے پاس وفود بھیجنا بدعت ہے۔

جواب میں حضرت شیخ مدظلہ العالی نے ثابت فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے پاس بھی وفود بھیجے جاتے تھے ا۔ بالکل صحیح اور بجا ہے، لیکن وہ صحابہ ءکرام تھے جو حضورﷺ کے تلامذہ تھے جوامت کے افضل ترین اور اکمل ترین علماء عارفین تھے اور کسی رسم کی پابندی کے بغیر دین منزل کے پہنچانے والے تھے لیکن موجودہ سلسلے کے اگرچہ کام کرنے والے کامیاب علماء اہل علم وعمل تھے۔حضرت دہلویؒ کی صحبت کی برکت سے معروفات اور منکرات شرعیہ کے عالم وعارف ہوتے تھے۔اور یہ نفس نفیس انواع تبلیغ یعنی ہر قسم کے امر معروف اور نہی عن المنکر کے قابل ہوتے تھے،ایسے لوگوں کے واسطے تبلیغ کی حیثیت ہر زمانے میں دین کی ایک شاہراہ کی رہی ہے یہ خیر القرون سے لے کر آج تک رہی ہے شکایت ان غیر اہل علم کی ہے جو جاہل ہو کر چند چلوں کے بعد بزعم خود پورے مکمل علماء اور اولیاء اور مقبولین درگاہ بنے

ا:اس سے تو صرف مطلق تبلیغ کا ثبوت ہوتا ہے مطلق تبلیغ کے ثبوت سے بہیت کذائی مقید ومحدود مروجہ تبلیغی جماعت کا ثبوت نہیں ہوتا، نبی کریمﷺ کے عہد مبارک میں تبلیغ کی مختلف صورتیں ہوتی تھیں جس وقت جو مناسب ہوتی تھی وہ اختیار کی جاتی تھی اگر صحابہ کرامؓ کا کوئی وفد مسلمانوں کے پاس گیا بھی ہے تو کیا اس جانے والے وفد کا یہی انداز تبلیغ ہوتا تھا جو آجکل رائج ہیں یعنی جانے سے پہلے اجتماعی دعا بالجہر ہوتی ہو پھر اس علاقہ میں پہونچ کر آبادی سے باہر دعا ہوتی ہو رات کا قیام مسجد میں ہوتا ہے گلی کوچوں میں گشت کر کے لوگوں کو صرف نماز کی دعوت دی جاتی ہو منکرات سے روکا نہ جاتا ہو تین دن اور چلہ لگانے کی تشکیل ہوتی ہو نیز ان تمام اجزاء کو عبادات مقصودہ اور کروڑوں کا ثواب سمجھ کر برتا جاتا ہو.........؟اسی لیے حضرت مولانا عبدالرحیم شاہ صاحبؒ نے اصول دعوت وتبلیغ کے ص ۵۱/ پر فرمایا ہے کہ اگر اس تحریک کو واقعی اس درجے کا سمجھتے ہیں کہ یہ سب سے افضل ہے اور یہ سنت ہے تو اس پر قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل قائم فرمائیں اور جب یہ سنت ثابت ہو جائے تو یہ بھی بتائیں کہ اول سے لیکر آج تک یہ سنت متروک رہی ہے تو کیا سب علماء وصلحاء اور مجددین امت کو تارکین سنت سمجھیں؟اس کا انطباق ضرور فرمائیں، عجیب تضاد ہے کہیں تو اس کو سنت نبوی قرار دیتے ہیں کہیں اس کا بانی ومحرک حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو قرار دیتے ہیں میں تو اس سے یہی سمجھتا ہوں کہ کسی کے نزدیک بھی اس کی حیثیت متعین نہیں ہے کیف ما تفق اس کو افضل قرار دینے کی دھن ہے اور تحت الشعور یہ بات دبی ہوئی ہے جب یہ کام افضل ثابت ہوگا تو ہماری افضلیت خود بخود ثابت ہو جائیگی۔اللھم انا نعوذبک من شرور انفسنا ۔

(اصول دعوت وتبلیغ)

ہوئے ہیں، نہ معروف کا علم نہ منکر کا، بلکہ علم کے ابجد ہی سے محروم تبلیغ کو ایک جاہلانہ رسم بنائے ہوئے پھرتے ہیں۔

ع۔ آنچہ انسان مے کند بوزینہ ہم

حضرت الشیخ کا ارشاد بجا ہے کہ بہ شکل پیغام رسانی کے یہ کام بے علم بھی کر سکتے ہیں لیکن دیکھا یہی جارہا ہے کہ اسی پیغام رسانی ہی کے بہانے سے جاہل مبلغوں کو شیطان نے بہکا پھسلا کر علوم سے مستغنی جاہل وارثان انبیاء بنا ڈالے، اور انہیں کے واسطے سے تبلیغ کے نام پر کیا کیا فتنے تھے جو میدان ظہور میں نہ آئے۔ والی اللہ المشتکی۔

حضرت شیخ الحدیث کے زیر نظر وہی علمی دور کی حقیقی تبلیغ ہے، جو ابتدائے اسلام سے مدار دین چلی آرہی ہے یعنی علم کی روشنی میں عوام امت تک دین کا پہنچانا اور شکایت زمانہ حال کی موجودہ تبلیغ سے ہے۔ جو عامیانہ تاریک رسم ونقل ہے، جو چلوں والے ناخواندہ امراء نے اپنا لیا ہے اور دین کے متعدد اجزاء میں سے ایک جزو کی ظاہری شکل ناتمام کو مکمل دین کے نام سے عوام میں پھیلائی جاتی ہے اور ہوتے ہوتے یہی شکل ناتمام عوام میں پورے دین کی حیثیت حاصل کر رہی ہے اور دین اور علم دین کی اصل حقیقت مٹتی جارہی ہے فریاد اور شکایت اسی کی ہے نہ پہلے کی۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ "یاللغیاث"

معمولات تبلیغ کو معمولات مدارس پر قیاس قیاس مع الفارق ہے:

حضرت الشیخ نے جوابات کے ص/۱۰ پر سطر/۱۴ میں جو ارقام فرمایا ہے کہ مامور بہ حاصل کرنے کا جو مباح طریقہ ہو" سے ص/۱۱ کی سطر ۲ تک۔

مدارس کے تقسیم اسباق اور امتحانات اور خانقاہوں کے معمولات اور تصنیف وتالیف پر تبلیغی معمولات کو قیاس فرمایا ہے اس کے متعلق نہایت ادب سے عرض ہے کہ اگر توجہات عالی میں تھوڑی سی دقت سے کام لیا جاتا تو معاملہ صاف واضح ہوجاتا کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیوں کہ مدارس اور تصنیفات سے مقصد علم دین کا حاصل کرنا ہے، جو مامور بہ بالذات

ہے تصنیفات اور تالیفات مدارس اور ان کے سارے معمولات اسی مقصد عالی کی خاطر قدیم الایام سے مطلوب بالعرض اور بطور وسائل استعمال ہو رہے ہیں کسی نے آج تک ان کو بذاتہ مقصد نہیں سمجھا[1] اسی واسطے ان میں اصل مقصد کی خاطر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں کسی کے ذہن میں آج تک وہم کے اندازے میں بھی یہ بات نہیں آئی، کہ کسی وسیلے کو مقصد سمجھ لیا گیا ہو، مثلاً آلات جہاد اگر قدیم زمانے میں تیر و کمان اور تلوار و منجنیق تھے۔اور آج کل توپ و بندوق اور طیارے ہیں، کسی نے بھی تیر و کمان کے استعمال کو تبرک اور کروڑوں والا عمل ثواب نہیں سمجھا ہے، مقصد کو ہتھیانا ہوتا ہے جس ذریعے سے ہتھیایا جائے، اسی طرح سے علوم شرعیہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے اخذ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ شکل وحی تبلیغ فرمائی، حضورؐ نے صحابہؓ کرام کو زبانی تبلیغ فرمائی ۔صحابہ کرام نے حضورؐ سے لے کر تابعین امت کو علماً اور عملاً درس و تدریس سے تبلیغ فرمائی۔

حضرت امام اعظمؒ کے تلامذہ نے ان علوم موہوبہ عطائے ربانی کو قلمبند فرما کر زبان و قلم دونوں کے ذریعے تبلیغ فرمائے، یہاں سے تصنیف و تالیف کی ابتداء ہوئی، پس جب مقصد ان ذرائع سے وہی ایک ہی ہے۔کسی نے ان ذرائع کو بدعات نہیں جانا، کیوں کہ ذرائع ذرائع ہی کی شکل میں استعمال ہوئی ہیں، اور ہو رہی ہیں رہی تبلیغ کی یہ موجودہ رائج الوقت عوامی شکل اور عوامی معمولات اس لیے موجب شکایت ہیں کہ ان ذرائع اور یہ بات نے مقاصد کے مقام پر قبضہ کیا ہے، اکابر کا مقصد تھا علوم نبویہ کی تبلیغ اور شرائع اسلامیہ کی ترویج۔

---

[1]: حضرت گنگوہیؒ سے سوال کیا گیا کہ اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرون ثلاثہ میں نہیں تھا بلکہ یہ محض نئی صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب؟ تو حضرت گنگوہیؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں جیسی چاہے بنائے مگر ہاں مشابہت کنیسہ و بیعہ سے نہ ہو علی ہذا مدارس کی صورت معین نہیں مکان ہو اس کا ثبوت حدیث سے ہے اور کسی صورت خاصہ کو ضروری جاننا بدعت ہوگا۔(اسی طرح تبلیغ کی کوئی خاص شکل حضرت شارع علیہ السلام سے منقول نہیں کسی بھی جائز طریقہ سے ہو کسی خاص شکل میں تبلیغ کو منحصر سمجھنا بدعت ہوگا۔)(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۷)

لیکن آج کل کے اکثر عوام اہل تبلیغ کے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ نے ان مقاصد سے محروم فرمادیا ہے دین کا نام لے لے کر دین ہی کے نام سے عوام میں بدعات اور اختراعی رسومات کا پرچار کررہے ہیں، دین کے لیے محنت کے نام سے جو ایک پروگرام وضع ہوا ہے اس وضعی اور اختراعی نظام یعنی دین کی محنت کو دین کا رتبہ دے کر دین کے نام سے پھیلا رہے ہیں۔ اس خیال سے کہ صحابہؓ کرامؓ نے کتابیں نہیں پڑھی تھیں، تبلیغی نصاب کے سوا باقی دین کی کتابوں سے الگ تھلگ رہنا اختیار کیا، نہ کتب دین سے کام نہ علمائے دین کی ضرورت، بس چلے پہ چلے دے کر اپنے زعم میں اولیاء اور مقبولین بارگاہ بن رہے ہیں ، یہاں تک کہ بعض طلبہ نے مدارس کو چھوڑ کر تبلیغ کے راستے کو رضاء الٰہی اور جنت کا ایک مختصر سا راستہ معلوم کر کے اپنا لیا اور علم سے محروم ہوئے شکایت اس تبلیغ کی ہے جس میں عوام شتر بے مہار کی طرح دین کے نام پر حقیقی دین اور علم دین کو رخصت کررہے ہیں ۔ھو الحفیظ۔

(اشکال نمبر ۳) علم و ذکر کے متعلق (از ۱۴/ تا ۲۰)

خلاصہ اشکال:۔ تبلیغ میں تعلیم اور خانقاہوں کو بے کار بتایا جاتا ہے، حضرت مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے جواب نفی میں دیا ہے، لیکن یہاں پر بھی وہی عرض ہے کہ حضرت مجیب کی نظر تبلیغ کی ابتدائی حقیقت پر ہے بے شک اس میں علم و ذکر کا مستقل نمبر ہے۔ اور بقول حضرت دہلویؒ یہ دونوں تبلیغ کے دو پر ہیں جن کے بغیر حضرت نے بھی خود موجودہ تبلیغ کے فتنہ اور ضلال بننے کا خدشہ ظاہر فرمایا ہے۔

حضرت یوسف العصر اور حضرت دہلویؒ کی تبلیغ کا ظاہر و باطن حقیقی اور نورانی ہمہ صفت موصوف تھا، حضرت دہلویؒ کا وہ نورانی ملفوظ دل پر لکھنے کے قابل ہے کہ علم و ذکر میری تحریک کے دو بازو ہیں اگر ایک بازو ٹوٹ جائے تو پرندے کا اڑنا مشکل ہے۔ البتہ آج کی یہ رسمی اور عوامی تبلیغ وہ پرندہ ہے، جس کے ایک نہیں دونوں پر ٹوٹے ہوئے ہیں، بے بال و پر

مردہ بے جان پرندہ اڑایا جارہا ہے، جو موجب فتنہ وضلال بن رہا ہے، اور موجودہ عوام اہل تبلیغ اس کو عمل انبیاء کرام اور اصل دین بتارہے ہیں۔

(اشکال نمبر ۴) تبلیغ سے مدارس کو نقصان (از ۲۰/ تا ۲۲)

خلاصہ اشکال:۔ تبلیغی جماعت سے مدارس کو نقصان پہنچ رہا ہے، یہاں بھی وہی عرض ہے کہ شکایت تبلیغ کی جاہلی اور رسمی بگڑے ہوئے دور کا ہے، اور حضرت کی نظریں حضرت دہلویؒ، حضرت یوسف العصر، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تبلیغوں پر لگی ہوئی ہیں، جو علم وعمل اور ظاہر وباطن میں من کل الوجوہ آسمان ہدایت کے شموس تھے۔ حضرت شیرازیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

جمال شخصی نہ چشم است و زلف و عارض وخال
ہزار نکتہ درین کاروبار دلداری است
خیال زلف تو پختن نہ کار خامان است
کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

(اشکال نمبر ۵) تبلیغ والے علماء کی اہانت کرتے ہیں: (از ۲۳/ تا ۳۱)

خلاصہ اشکال:۔ تبلیغ والے علماء کی اہانت کرتے ہیں یہاں بھی وہی عرض ہے، ابتدائی نورانی دور کا اقرار ہے، اور آخری رسمی بدعی دور سے شکایت ہے تبلیغ جیسی مقدس خدمت علماء کا کام تھا، یا علماء کرام کی ہدایات کی روشنی میں عوام کا۔

جب عوام مقتدی اور علماء مقتدیٰ اور امراء ہوتے تھے، جب سے یہ کام چلے لگائے ہوئے عوام کا الانعام کیا عین الانعام نے لے لیا تبلیغ بدنام ورسوا ہوئی، اور حدیث شریف۔

اتخذ الناس رؤوسا جهالا فضلوا و اضلوا کے مصداق بنی۔ واللہ الھادی .للہ در العارف الشیرازیؒ۔

اے گدایان خرابات خدا یار شماست
چشم انعام ندارید ز انعامے چند

(اشکال نمبر ۶) تبلیغ علماء کا کام ہے: (از ۳۲/ تا ۳۶)

خلاصۂ اشکال:۔ کہ تبلیغ علماء کا کام ہے، جاہلوں کا نہیں۔

حضرت مجیب کا جواب بالکل باصواب ہے جو وعظ اور تبلیغ بمعنی پیام پہنچانے میں فرق فرمایا ہے لیکن عوام اہل تبلیغ جب علم کی گرفت سے آزاد ہو گئے تو تبلیغ پیام اور وعظ میں بوجہ عدم علم کے فرق کر نہ سکے، اور انہی کلمات ستہ کے الفاظ ہی الفاظ کو سارا سرمایۂ دین سمجھتے ہوئے جاہل لوگ واعظ بن گئے اور تبلیغ کی صحیح صورت مسخ ہو کر بگڑ گئی، شکایتیں پیدا ہونے لگیں، درحقیقت شکایت علمی تبلیغ سے نہیں بلکہ اس رسمی اور بدعی عوامی تبلیغ سے ہے جو امت کے لیے باعث فتنہ وضلال بن رہا ہے العیاذ باللہ ۔جیسی حضرت شیخ (دہلوی) نوراللہ مرقدہٗ کی فراست تھی، جو فرمایا تھا کہ علم وذکر کے بغیر یہ تحریک ایک فتنہ وضلال ہو گی، جو اس کتاب کے ص ۱۴۱/ پر درج ہے۔

(اشکال نمبر ۷) مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ تبلیغ کو حریف بتانا:

(از ۳۶/ تا ۳۹)

خلاصۂ اشکال:۔ مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ تبلیغ کو حریف بتایا جاتا ہے۔

جواب میں حضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، بالکل عین حقیقت ہے کہ تبلیغ سے عوام کو مدارس اور خانقاہوں میں جانے کے لیے تیار کرنا تھا، بالکل بجا ہے، لیکن جب تک مدارس کے بنائے ہوئے اور خانقاہوں والے تبلیغ کے سربراہ تھے، ان کا یہی مقصد تھا بے شک اور اس میں وہ کامیاب بھی تھے، کہ علماء سے مربوط اور متعلق ہوں اور علم کی پابندی سیکھتے اور سکھاتے جائیں، لیکن جب تبلیغ کی سربراہی چلوں کے بنائے ہوئے عوام نے لے لی، تبلیغ کی حقیقت مسخ اور قابل شکایت بنی اب تو ان کا برتاؤ علماء کرام کے ساتھ وہی ہے جو یہود کا تھا۔

يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا (الآیہ).

اگر علماء ان کے رنگ میں رنگے ہوئے اور ہاں میں ہاں ملاتے ہوں تو واجب الاحترام اور مستحق اکرام ورنہ پاس پھٹکنے سے بھی پرہیز اور احتراز برتا جارہا ہے حضرت کی نظر مبارک اس ابتدائی علمی تبلیغ پر ہے حالانکہ وہ عوام میں بگڑ گئی ہے اور شکایت عوامی تبلیغ سے ہے۔

(اشکال نمبر ۸) عالموں کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنانا (از ۳۹/تا ۴۲)۔

خلاصۂ اشکال:۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عالموں کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنایا جاتا ہے۔

یہاں بھی وہی عرض ہے کہ شکایت کا رخ موجودہ زمانے کے جاہل امیروں اور بے علم واعظوں کی طرف ہے اور حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ نظیر میں حضرت اسامہؓ اور محمد ابن قاسمؒ کو پیش فرماتے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

شکایت زمین کی اور جواب آسمان کا بے ادبی معاف۔

(اشکال نمبر ۹) حضرت حکیم الامتؒ اور شیخ الاسلام مدنیؒ کے متعلق:

(از ۴۲/تا ۵۱)

خلاصۂ اشکال:۔ کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ تبلیغ کے مخالف تھے۔

جواباً عرض ہے کہ تبلیغ کے دو معنے ہیں، ایک علم کی روشنی میں تبلیغ دین اور دوم موجودہ رائج تبلیغ .... علمی تبلیغ تو قرون اولیٰ سے آج تک مدار دین چلا آرہا ہے جس کی برکت سے آج اسلام اور دین کا نام لیا جارہا ہے، زیر بحث موجودہ رائج

الوقت تبلیغ ہے، دونوں میں بین فرق ہے جو قابل توجہ ہے، یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز بالکل مجسمہ تبلیغ حق ہی تھے، جس پر آپ کے سینکڑوں مواعظ اور تصانیف شاہد عدل ہیں۔ شکر اللہ تعالیٰ مساعیہ۔ اللہ تعالیٰ سلسلۂ تبلیغ کے سارے حلقہ بگوشوں کو حضرت کے پاک نقش قدم پر اور پاک طریق پر ظاہراً اور باطناً، علماً اور عملاً چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ لیکن:

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

انکار بدعت اور اتباع سنت میں ان کے شہرہ آفاق انہماک کو اہل اللہ نے ان کی کرامات میں سے شمار کیا ہے، رائج الوقت موجودہ مخصوص رنگ کی تبلیغ سے جو بالکل مخترع اور غیر ماثور قیودات کا مجموعہ ہے، جس کو آج معیار نجات اور دین کامل بتایا جارہا ہے یقیناً حضرتؒ کو انکار کرنے کا ہی دل گواہی دیتا تھا۔

پھر جب حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی ادام اللہ تعالیٰ فضلہ، سے اس کمترین خلائق نے حضرت حکیم الامتؒ کے متعلق یہی سوال کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ موجودہ رائج الوقت تبلیغ کی نسبت حضرت کا ملفوظ یہ ہے "نہ انکاری کنم ونہ ایں کاری کنم"۔ یہ بھی حضرت دہلویؒ کے اس ابتدائی دور کی نسبت فرمایا ہے۔

رہی آج کل کی یہ عوامی رسمی تبلیغ، اللہ کی پناہ اس کی تو حقیقت ہی جاہل مبلغوں نے کچھ اور بنا ڈالی ہے صرف نام تبلیغ کا ہے۔

دوستی جاہلاں خود دشمنی ست

رہے حضرت کے خلفاء کرام اور دیگر اکابر علماء جن کا تذکرہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا ہے[۱] حیرت یہ ہے کہ حضرت شیخ موجودہ رائج الوقت بدعی تبلیغ کو وہی مقدس علمی تبلیغ

---

[۱] کسی نظام میں کسی عالم کی شمولیت دلیل شرعی نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ — بقیہ صفحہ آئندہ پر

فرمارہے ہیں، جو ہمیشہ سے اکابر امت کا فریضہ مذہبی چلا آرہا ہے، حالانکہ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، علمائے امت کی علمی تبلیغ واجب التشکر ہے اور موجودہ عوام کی یہ بدعی رسمی تبلیغ موردشکایت اور مستحق انکار ہے یہی اغلب ہے کہ ان حضرات کے زمانے میں تبلیغ نام تھا حضرت دہلوی اور حضرت یوسف العصر نوراللہ مرقدہما کی علمی تبلیغ کا، جس کو بزرگوں کی تائید حاصل تھی، اور شکایتیں موجودہ عوامی رسمی تبلیغ کی ہیں، جس کے نقائص ان کے زمانہ میں مشاہد نہ تھے۔

مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ کی اصل تبلیغ تو مامور بہ اور مدار شریعت مقدسہ ہے، اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ العیاذ باللہ

(اشکال نمبر۱۰) خاص حضرت مدنیؒ کے متعلق (از ۵۱/تا ۵۸)

خلاصۂ اشکال:۔ یہ اشکال حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے متعلق ہے کہ آپ تبلیغ کے مخالف تھے۔

حضرتؒ کے متعلق بھی وہی معروضہ بالا عرض ہے، جو حضرت حکیم الامتؒ کے متعلق عرض کیا گیا، اور سارے اکابر کی نسبت یہی عرض ہے کہ ان حضرات قدسی صفات کی مدنظر تبلیغ مسنون بحقیقت صالح ہے [۱] 'اور موردشکایت موجودہ رسمی تبلیغ کا بے معنی ڈھانچہ ہے۔ جو باعث فتنہ ووبال ہے۔

بقیہ ص ۶۳ کا...... اور حجت قول وفعل مشائخ سے نہیں ہوتی بلکہ قول وفعل شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے اور اقوال مجتہدینؒ سے ہوتی ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۷) لہٰذا کسی کے شغف سے یہ لازم نہیں آتا کہ شرعاً بھی وہ کام جائز ہو جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حضرات کسی دلیل سے اس کام کو جائز سمجھتے ہیں اگر حضرت تھانویؒ کے مجازین میں سے کسی نے شرکت کی بھی ہو تو ممکن ہے کہ ان کو اس کی اصل کیفیت کا علم نہ رہا ہو جیسا کہ خود مصنف کتاب ہٰذا اس جماعت سے لگنے کے بعد جب اصل حقیقت سے واقف ہوئے تو فوراً کنارہ کشی اختیار کرلی۔

[۱]: اس جماعت کے متعلق حضرت مدنیؒ کے نظریہ کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو کتاب حیات شیخ الاسلام کے نایاب گوشے کے صفحہ ۳۳/پر درج ہے۔

امت مرحومہ میں تو تبلیغ کا مصداق مَاجَاءَ بِهِ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ کا علم وعمل عوام میں پھیلانا تھا، اور آج کل کی موجودہ تبلیغ عوام کا بستر ے کاندھوں پر لاد کر پھرنا اور پھرانا ہے، رسول اور دین کا صرف نام ہے اور مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ کے علم وعمل سے بے نیازی چند رسوم پر قناعت ہے اور بس۔

(اشکال نمبر ۱۱) تبلیغ والے لوگوں پر جبر کرتے ہیں (از ۸۵/ تا ۹۳)

خلاصۂ اشکال:۔ اس اشکال کا خلاصہ یہ اعتراض ہے کہ اہل تبلیغ لوگوں پر جبر کرتے ہیں، جب تک حقیقت یہی ہو کہ تبلیغ کا نصب العین مخلوق خدا کو خالق کی طرف کھینچ لانا ہے جس کی حقیقت دین رسول اللہ ﷺ کا علم وعمل اور اتباع سنت کو پھیلانا ہو، اپنے ظاہر و باطن کو وارثان نبوت کے ہاتھوں رب جل وعلیٰ پر فروخت کر کے دونوں جہاں کی راحت و عافیت کو اپنا لینا ہو۔ تو بہ تقاضائے حدیث شریف اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ. (الحدیث) ’’ترجمہ: رحم کرو تم زمین والوں پر رحم فرمائے تم پر آسمان والا۔

بقیہ ص ۶۴ کا...... حضرت! جماعت تبلیغ کے بارے میں بہت سے لوگ شکایات بھیجتے رہتے ہیں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کیا؟ قاری صاحب نے فرمایا کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ گشت کی صورت میں جماعت والے ناپاک کپڑوں کا عذر کرنے والوں کو یہ کہتے ہیں کہ آج انہیں کپڑوں سے نماز ہو جائے گی مسجدوں میں تشکیل کے وقت جبراً نام لکھوانے کی کوشش کرتے ہیں اس قسم کے ہمارے پاس خطوط آتے رہتے ہیں لیکن مجھے اس معاملہ میں معلومات نہیں ہیں اس وجہ سے جواب کی طرف زیادہ التفات نہیں کرتا ہوں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا ہاں! شکایات تو ہمارے پاس بھی آتی ہیں، میں نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو سمجھایا تھا کہ اس کام کو عوامی سطح پر لانے میں لا اعتدالیاں بھی سرزد ہوں گی لیکن مرحوم کی سمجھ میں نہیں آیا۔ میری تحریریں اور اس جماعت کے متعلق حمایتیں نہ ہوتیں تو میں اس طرز کی مخالفت کرتا لیکن اب کیا کیا جائے عوام خربطہ میں پھنس جائیں گے اس کے بعد ارشاد فرمایا، اس تبلیغی پروگرام سے اس زمانہ میں بھی کچھ علماء بالکلیہ متفق نہیں تھے میں نے ہی نہیں میرے علاوہ دوسرے علماء مثلاً مولانا عاشق الٰہی مرحوم وغیرہ نے بھی اس بارے میں مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے گفتگو کی تھی لیکن مولانا نے اس سلسلہ کو جاری کر ہی دیا (بحوالہ الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ)

ہر واقف کار جس کے دل میں رحم ہو اور بے دین زندگی کا برا انجام اور باخدا زندگی کے بہترین انجام کا عقیدہ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بطریق مناسب چھیڑتا ہی ہوگا۔ ہر مناسب اور مؤثر ذریعے کو کام میں لاتا ہوگا، کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کے عتاب اور مواجبات عتاب سے بچ جائیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف آجائیں، یہ ترغیب اور یہ جدوجہد تو مامور بہ ہے، لیکن موجودہ تبلیغ جس کی طرف عوام کو کھینچا جا رہا ہے، اللہ کرے کہ وہ یہی ہو جائے جیسے قدیم الایام ابتداء اسلام سے چلا آرہا تھا، موجودہ سلسلہ تبلیغ کے اہل الحل والعقد سربراہان کار کی خدمت اقدس میں بصد ادب عرض ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے بسم اللہ کر کے مراقب بیٹھ کر موجودہ عوامی تبلیغ کو صحیح سمتوں پر لگا دینے کی تجاویز پر سوچ کر اصلاح کا کوئی بندوبست فرمائیں تو انشاء اللہ شکایتیں سب ختم ہو جائیں گی، اور یہ سلسلہ مفید نتائج کا مثمر ہو سکے گا، اختلاف دور ہو جائے گا، ورنہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا ۔ واللہ ولی الهدایہ وبیدہ ازمۃ التوفیق.

(اشکال نمبر۱۲) چلوں کا اصل مآخذ (از۹۳/تا۹۶)

خلاصۂ اشکال:۔ کہ یہ چلہ تبلیغ والوں نے کہاں سے نکالا ہے۔

حضرت مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اولیاء امت کے چلوں کا ذکر فرما رہے ہیں، حالانکہ سائل کا سوال موجودہ تبلیغ والوں کے چلے کا ہے مختلف اغراض کے لیے بیشک بطور علاج اس کا استعمال قدیم الایام سے ہو رہا ہے لیکن مقصود بالعرض ہے مقصود بالذات نہیں۔ عوام کے لیے علاج ہے، دوا ہے، غذا نہیں، رائج الوقت تبلیغ میں اس نے مقصود بالذات اور تعبدی شکل اختیار کر رکھی ہے لہذا موجب شکایت ہے۔

جوابات کے ص۹۶/ پر حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا اسی رنگ کا ارشاد ہے کہ: "مناسبت پیدا کرنے کے لیے کم از کم چالیس روز تو شیخ کی صحبت میں رہے، مگر یہ ایک

ضابطے کی بات ہے، اصل تو یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت نہیں۔ انتہی۔"

حیرانی کی بات یہ ہے کہ چلے تو روحانی معالجات میں سے ایک معالجہ تھا، جس کو اہل بصیرت شیوخ نے ہمیشہ بطور علاج استعمال فرمایا ہے جیسا حضرت حکیم الامت نے مناسبت پیدا کرنے کے لیے شیخ کی صحبت میں چالیس دن کے لیے فرمایا، یا جیسے جسمانی طرق علاج میں بعض دواؤں کے لیے مخصوص دنوں تک پرہیز اور استعمال بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی معالجات میں بھی جب ضرورت ہو تو ہر کسی مفید معالجے سے کون انکار کرتا ہے، لیکن اہل تبلیغ کے ہاں کے یہ چلے کاش اگر کسی مبصر روحانی حکیم کی صحبت میں روحانی علاج کے لیے ہوتے، لیکن یہاں تو نہ کوئی مریض ہے نہ مرض کی تشخیص ہے، نہ حکیم ہے نہ علاج، صحابۂ کرامؓ اور انبیاء عظام کا عمل سمجھ کر تعبداً ایک ہی رنگ کے چلت پھرت کا ایک ہی شکل میں اختراعی اور نفلی چلہ گزارنا ہوتا ہے اور خود مریض ہوتے ہوئے دوسرے مریضوں کو ایک ہی تلقین طوطی وار کیا کرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" خیر خفتہ تو خفتے کو غیر شعوری طور پر بیدار کر سکے لیکن "مردہ را مردہ کے کند بیدار"۔

کہاں وہ مشائخ کے اصلاحی چلے، اور کہاں موجودہ اہل تبلیغ کے رسمی گشت اور رسمی نام کے چلے، شتان بین مشرق و مغرب۔

کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(اشکال نمبر ۱۳) تبلیغ والوں کو انگریز سے پیسے ملتے ہیں (از ۹۶/ تا ۹۸)

خلاصۂ اشکال:۔ کہ تبلیغ والوں کو انگریزوں سے پیسے ملتے ہیں اور یہ تحریک انہی کے اشاروں پر چلتی ہے۔

بے ادبی معاف، بندہ کی نظر میں تو یہ اشکال ایک فضول اور لایعنی بحث ہے، اور من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ کی بناء پر جب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے تو

اس قسم کی باتوں پر کان ہی دھرنا نہیں چاہئے تھا، اندر کی بات عالم الغیب جانے۔

(اشکال نمبر۱۴) حضرت تھانویؒ کی کتابوں سے روکا جانا (از ۹۸/ تا ۱۰۵)

خلاصۂ اشکال:۔ کہ اہل تبلیغ کے ہاں حضرت تھانویؒ کے تصانیف سے روکا جاتا ہے۔

روکنا تو کہیں نظر نہیں آیا [۱]، البتہ تبلیغی نصاب اور فضائل کی کتب کے سوا اور کتابوں کی طرف توجہ نہیں دی جاتی، تبلیغی نصاب کو تمام کتب دین سے کیا کتب خانوں سے بے نیاز کرنے والی کتاب سمجھا جاتا ہے۔

بندہ کی نظر میں فضائل کا بیان اور ساری ترغیبات درحقیقت احکام الٰہیہ کو اپنانے کے لیے تھیں، جیسا کہ وضو نماز کے لیے ہے اور یہاں گویا مثلاً وضو بر وضو مستقل کار ثواب سمجھا گیا ہو اور نماز سے بے نیازی برتی جا رہی ہو۔

فضائل کو احکام دین سمجھنے لگے اور عین احکام کے علم سے بے رغبتی برتی گئی، یہی ہے غلو فی الدین اور گمراہی جو عوام اہل تبلیغ میں پھیل رہی ہے۔ العیاذ باللہ العظیم۔

(اشکال نمبر۱۵) حضرت دہلویؒ ہر قسم کے لوگوں سے ملتے ہیں

(از ۱۰۵/ تا ۱۰۶)

خلاصۂ اشکال:۔ اس اشکال کا خلاصہ حضرت دہلویؒ پر یہ اعتراض ہے کہ آپ ہر قسم کے لوگوں سے ملتے ہیں، اور یہ امر طریق مرشد کے خلاف ہے۔

---

[۱]: حضرت کے علم میں یہ بات نہیں ہوگی اس لیے حضرت والا نے فرمایا کہ روکنا کہیں نظر نہیں آیا لیکن حقیقت حال یہی ہے کہ فضائل اعمال اور منتخب احادیث کے سوا دیگر علماء حق کی کتب کی تعلیم حتی کہ درس قرآن سے قولاً اور عملاً صرف روکا ہی نہیں بلکہ جھگڑے کیے جا رہے ہیں نیز حضرت تھانویؒ و دیگر علماء حق کی کتب مسجدوں سے غائب کر دی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ درس قرآن یا دیگر علماء کی کتابوں کی تعلیم مرکز کی ترتیب کے خلاف ہے اس کی ہمارے بڑوں نے اجازت نہیں دی ہے

اس بارے میں حضرت دہلویؒ کی رائے عین صواب ہے، شیخ کا کام تنویر باطن ہے جس سے قبلۂ اطاعت جل وعلیٰ بہ نظر بصیرت نظر آجائے اور اس کے ساتھ محبت اور قومی رابطۂ اطاعت پیدا ہو۔ قبلۂ اطاعت اور مطاع مطلق تو بذاتہ وہی ہے، اس کی جانب سے بالعرض حضور ﷺ کی ذات پاک ہے ہر وہ عمل جس میں حضورؐ کی جانب سے کوئی خاص صریح ہدایت نہ ہو اس میں زیادہ نفع مند عمل اور سنت رسول سے اوفق عمل کو اختیار کرنا اگر چہ رائے شیخ کے خلاف ہو، قابل ملامت نہیں ہے اور دینی دعوت کا تو ہر کہ و مہ مخاطب ہے سب کے سامنے دینی دعوت رکھنی چاہیئے اور دین کی طرف کھینچنا چاہیئے لہٰذا حضرت دہلویؒ حق پر ہی تھے۔ اسکنه الله تعالى بحرمة جنانه مع جميع متوسليه.

ملفوظات کے ص ۱۷۶/ پر حضرت دہلویؒ انار اللہ برہانہ کا ارشاد ہے ان حضرات کا خیال ہے کہ یہ طرز عمل ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کے طریق اور مذاق کے خلاف ہے لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ جس چیز کا دین کے لیے نافع اور نہایت مفید ہونا، دلائل اور تجربے سے معلوم ہو گیا، اس کو صرف اس لے اختیار نہ کرنا کہ ہمارے شیخ نے یہ نہیں کیا بڑی غلطی ہے شیخ شیخ ہی تو ہے خدا تو نہیں ہے۔ انتہی"۔

کیا عجیب اصول ہے اللہ تعالیٰ اسی اصول پر کار بند ہونے کی توفیق ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین۔

(اشکال نمبر ۱۶) اہل تبلیغ اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے:

(۱۰۶/تا ۱۳۴)

خلاصۂ اشکال:۔ اس میں تبلیغ والوں پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اعتراض کی طرف التفات نہیں کرتے اس کے متعلق چند معروضات ہیں:

(۱) کہ واقعی بے جا اعتراضات قابل التفات نہیں ہوتے، نہ ہر اعتراض مستحق جواب ہوتا ہے، لیکن ہر اعتراض غیر مستحق جواب بھی نہیں ہوتا۔ البتہ بے جا اور بجا میں فرق کرنا یہ

اہلِ تحقیق کا مقام ہے۔

حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ نے جوابات کے شروع میں ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت دہلویؒ کے دور سے استفسارات اور اشکالات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا............ جہاں تک میرا اندازہ ہے، شاید ایک ہزار سے زائد خطوط اس سلسلے میں لکھے ہوں گے۔ الخ، اسی کو باعثِ تصنیف فرمایا ہے، لیکن کوئی جدید سا نظام فکر و عمل جو غیر منصوص ہو جیسے آج کل یہ جدید نظامِ تبلیغ جو عوام میں پھیلایا جاتا ہے امت مرحومہ پر شفقت کی خاطر ہر کسی صاحب علم و بصیرت اور اہل نظر کا سننا اور اس پر پوری توجہ دینا ہی مقتضائے احتیاط تھا، لیکن یہاں پر جماعت تبلیغ پر حضرات اکابر کو تنقیدات کا تو حق ہے ہی، لیکن عوام کو یہ چھٹی دینا جیسا کہ حضرت الشیخ کے جوابات ص ۱۰۷/ پر یہ ارشاد ہے کہ بس اسلم یہ ہے کہ معترضین کو بکنے دیں اور جو سمجھ میں آوے کرے۔ الخ۔

عوام کے بے معنی اعتراضات کے ساتھ یہ برتاؤ بالکل برمحل ہے، لیکن علمائے کرام کے اعتراضات کو درخور اعتنا نہ سمجھنا سمجھ میں نہیں آتا۔ اسلام میں تو علمائے کرام کا ایک مخصوص مقام ہے، جب عوام کو یہ چھٹی دیدی گئی کہ جو سمجھ میں آوے کرے تو علم اور علماء کی کیا وقعت رہی۔

بہ نیم بیضہ چو سلطان ستم روادارد
زنند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ

حضرت دہلویؒ کا ملفوظ نمبر ۱۶۶/ص ۱۴۴/ ملاحظہ ہو بعض خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا حضرت فاروق اعظمؓ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذؓ سے فرماتے تھے ”میں تمہاری نگرانی سے مستغنی نہیں ہوں“ میں بھی آپ لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ میرے احوال پر نظر رکھئے اور جو بات ٹوکنے کی ہو اس پر ٹوکئے۔ انتہیٰ“۔

حضرت رئیس التبلیغ انار اللہ تعالیٰ برہانہ کا تو معمول یہ ہو اور آپ ہی کے نام مبارک کے دم بھرنے والوں کا علمائے کرام سے استغناء بلکہ اکرام مسلم کے تقاضا سے بھی گر کر انکار اور

شوخی کا برتاؤ اور علی الاعلان مقابلے پر سامنے آنا بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجی است.........قرآن اور حدیث کے علاوہ رائے اور پھر آج کل کے عوام کالانعام کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے بہ تقاضائے حبک الشئی یعمی ویصم اکثر اپنی نظر اپنے عیوب سے قاصر رہتی ہے اور کسی کے توجہ دینے سے ہوسکتا ہے کہ اصلاح کی طرف التفات ہو جائے کیوں کہ معیوب خلاف سنت جو بھی کوئی عمل ہو مقبول بارگاہ عالی نہیں ہوسکتا۔ مجموعہ خیر وشر کا شرعی ہوتا ہے۔ ان اللہ لایقبل الا الطیب "اللہ تعالیٰ پاک پاکیزہ عمل ہی کو قبول فرماتا ہے"

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے متعلق:

آگے جناب والا اپنے طرز تحریر میں حضرات اکابر میں سے عموماً اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے ملفوظات سے اقتباسات لینے میں خصوصاً ایسا طرزِ عمل اختیار فرمارہے ہیں کہ ناظرین یہ تأثر لے لیں کہ حضرت تھانویؒ بھی اسی موجودہ رائج الوقت تبلیغ ہی کے اساطین میں سے تھے[1] اور ہم ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ نہیں وہاں بطریق سنت نفوس مریضہ کی اصلاح ہوتی تھی، بے علم عوام کو جب تک وہ علوم ضروریہ سے آشنا نہیں ہوتے تھے یا طالب علموں کو تعلیم کے بغیر بیعت فرماتے ہی نہ تھے اگر لیتے تھے تو علماء کو بیعت میں لیتے تھے اور پھر بھی نہ وہاں عوامی سہ روزے تھے، اور نہ عوامی رسمی چلے تھے، نہ عوام کے گشت ہوتے تھے، نہ واجبات ومکتوبات سے بے التفاتی اور بے اعتنائی اور فضائل بیان کرنے میں غلو ہوتا تھا ہر کوئی مریض اپنی فکر میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔

وعظ وتبلیغ تو علمائے کاملین کا کام ہوتا تھا وہ بھی بہ اجازت شیخ، خانقاہ شریف میں مختلف النوع طبائع اور امراض کے مختلف النوع اصلاحات اور معالجات ہوتے تھے، جس میں

---

[1] حالانکہ مروجہ تبلیغی جماعت کا جو طرز عمل ہے وہ حضرت تھانویؒ کے مزاج کے بالکل برعکس ہے آپ کے بہت سے ملفوظات اس جماعت کے طرز عمل کے خلاف منقول ہیں مثلاً جہلاء کو تبلیغ کا مکلف بنا کر بھیج دینا اس جماعت کا خاصہ ہے حالانکہ حضرت تھانویؒ کا اس سلسلہ میں ارشاد ہے کہ عام احتساب (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) یہ خاص ہے......بقیہ آئندہ صفحہ پر

دو آدمی شریک نہیں ہو سکتے تھے ہر کوئی سالک اپنے شغل میں مشغول اپنے ماسوا سے فارغ ہوتا تھا اپنے دیئے ہوئے اشغال میں مصروف دنیا و مافیہا سے غافل ہوتا تھا۔

بہشت آنجا کہ آزار ے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

حضرت کے عوامی وعظ میں البتہ ساری دنیا شریک ہوتی تھی اور راہِ سلوک میں ہر سالک کے ساتھ مخصوص طرز عمل ہوتا تھا...... رہی یہ بات جو اہل جماعت سے سنی جاتی ہے کہ جو اندر گھس گیا وہ اعتراض نہیں کرتا کیونکہ اس کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے۔ الخ

تو اولاً: دین کا معیار فائدہ نقصان نہیں، وہاں تو منقول، غیر منقول کو دیکھا جاتا ہے، غیر منقول عن الرسول مع سارے فوائد کے نا مقبول ہوتا ہے اور منقول عن الرسول مع جمیع خطرات اور دنیوی نقصانات کے مقبول ہوتا ہے۔

ثانیاً: بندۂ عاجز تو جماعت میں گھسا ہوا تھا، احکام شرعی سے رفقائے جماعت کی تلخ بے

بقیہ ص ۱۷ کا: علماء کے ساتھ اور عوام کی تعدی (درپے رہنا) اس کے لیے اکثر موجب فتنہ و عداوت ہو جاتی ہے نیز عوام اکثر احتساب کی حدود بھی نہیں جانتے اس سے غلو فی الدین (دین کے معاملہ میں اعتدال پر قائم نہ رہنا) کی نوبت آجاتی ہے نیز اکثر عوام نفس کو مہذب کئے ہوئے نہیں ہوتے اور ان کے احتساب میں بکثرت نفسانیت ہوتی ہے (اصلاح انقلاب ص ۲۵)

اسی طرح جہلا سے وعظ کہلانے کا تبلیغی جماعت میں عام معمول ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ علم دین کے لیے سخت ترین محنت کرنے والا عالم اس جماعت میں چلہ لگائے بغیر وعظ و بیان کا اہل نہیں سمجھا جاتا جبکہ ایک ان پڑھ جاہل جس نے کبھی مدرسہ کا منہ بھی نہ دیکھا ہو جس کی ساری زندگی فسق و فجور میں گزری ہو وہ اس جماعت میں تین دن لگاتے ہی وعظ و بیان کا اہل ہو جاتا ہے جب کہ حضرت تھانویؒ نے "تفسیر بیان القرآن" میں آیت مبارکہ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ کے تحت جہلا کو بیان کرنا معصیت اور سامعین کے سننے کو ناجائز قرار دیا ہے نیز ایک جگہ آپ نے نااہل جاہل کے وعظ کو قیامت کی نشانی بتائی ہے (وعظ الہدی والمغفرہ بحوالہ الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ)۔

ان کے علاوہ حضرت کے ان جیسے بہت سے ملفوظات ہیں جو اس مروجہ نظام کے خلاف دلالت کرتے ہیں جن سے حضرت تھانویؒ کے مزاج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے لہٰذا حضرت تھانویؒ کو مروجہ تبلیغی جماعت کے اساطین میں سے باور کرنا یا کرانا سخت غلطی ہے۔

النفاقی اور رعونت اور جہالت نے اس جاجز کو واپس آنے پر مجبور کیا۔ اور کفلق الصبح یہ واضح ہو گیا کہ اس جماعت پر دین کا ملمع ہے اور باطن میں خالص صفر۔ چند رسوم کا مجموعہ ہے، بنیاد کچھ نہیں۔

اعتراضات سے استغناء اور بے التفاقی کے لیے بھی حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو نمونہ پیش کیا گیا ہے کہ آپ نے ایک معترض کے رقعے کو دورانِ وعظ میں برسر عام جلادیا تھا، میں تو یہی عرض کروں گا کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ اور ان کے معمولات پر بھی کما حقہ غور نہیں کیا گیا، جیسا کہ حضرت دہلوی انار اللہ برہانہ کے ارشادات اور تعلیمات پر کما حقہ غور نہیں کیا جاتا۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے معمولات کا معیار اتباع سنت اور منصوصات شرعیہ ہی ہوتے تھے اور بے شک بینات شرعیہ اور سنتِ مستمرہ کے خلاف کسی سوقی اعتراض کے ساتھ یہی کرنا چاہئے تھا۔ جو حضرت حکیم الامت نے کیا۔ لیکن حضرت الشیخ کے رسالے میں کل اٹھارہ اشکالات کا ذکر ہے، جو اغلباً یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کیطرف سے عرض کئے گئے ہیں، اور کسی اشکال میں کسی نص قطعی کی مخالفت نہیں ہے جس کا جواب یہ ہو دیا گیا ہے کہ بکنے دیں جو سمجھ میں آوے کرے الخ۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ درگاہ عالی سے ہر کسی سوال کا یہی جواب ہے [1]

---

[1]: دور حاضر کے مشہور عالم دین تلامذہ حضرت تھانویؒ کی آخری کڑی حضرت مولانا محمد سالم القاسمی ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ کو مروجہ تبلیغی جماعت کے مفاسد سے تحریراً آگاہ کیا گیا تھا حضرت والا نے ان کے مفاسد اور کوتاہیوں کو ناقابل انکار فرماتے ہوئے ایسے ہی کلمات تحریر فرمائے ہیں کہ حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہ نے آج سے چالیس سال قبل حضرت بانی علیہ الرحمہ کے طرز مذاق سے انحراف کے آغاز کے وقت ارباب بست و کشاد کو مطلع کیا تھا کہ ابھی اس پر اگر قدغن عائد نہ کی گئی تو یہ تحزب پسندی امت کے لیے موجب تفریق بن جائے گی لیکن وہاں کا یہ معتاد اصول "سنو سب کی اور جواب دے بغیر کرو اپنے من کی" یہ اصلاحی صدا صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے (سہ ماہی تبلیغ، برطانیہ ج ۶/ شمارہ ۳/ ص ۶۶/ ۱۴۲۵ھ۔)

بدم گفتی و خور سندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

حضرت تھانویؒ کے حضور میں مؤلف کا ایک اپنا واقعہ:

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے حضور میں اس ناچیز کا اپنا ایک واقعہ عرض ہے وہ یہ کہ خانقاہ تھانہ بھون کی اقامت کے زمانے میں یہ بندۂ ناچیز حضرت کے فتاویٰ کو نقل کر رہا تھا، ایک دن دورانِ نقل میں ایک فتوی سامنے آیا، جس کے مضمون پر میرے دل میں شبہ پیدا ہوا، چونکہ دین کے بارے میں بے تکلفی کا ہم کو حضرت ہی نے عادی بنا دیا تھا، اسی وقت فتاویٰ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور اپنا شبہ عرض خدمت کر دیا جس کتاب کا میں یاد سے حوالہ دے رہا تھا، وہ کتاب خانقاہ کے کتب خانہ میں تھی نہیں، حضرت نے دار العلوم دیوبند خط بھیجا اور اس عبارت کی جس کا میں یاد سے حوالہ دے رہا تھا سارے سیاق وسباق کی نقل بھیجنے کا حکم دیدیا، چنانچہ خط کا جواب آیا، حضرت نے اس ناچیز غلام کو بلایا، اور فرمایا کہ سوال بالکل ٹھیک ہے اس موجودہ فتوے کی اصلاح فرمائی اور فرمایا کہ آئندہ اس کا خیال رکھوں گا۔

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجا است

ایک اور واقعہ اس نوع کا ہوا، کہ ایک سوال کا جواب حضرت اپنی جانب سے لکھ چکے تھے پھر بھی احتیاطاً خانقاہ شریف کے علماء کو بلایا اس وقت مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امرتسری اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نور اللہ تعالیٰ مرقدہما تھے۔

اور یہ ناچیز ذرۂ بے مقدار بھی، حضور والا نے وہ جواب ہمارے سامنے تنقید اور تصویب کے لیے پیش فرمایا، میں تو پسینہ پسینہ ہو رہا تھا، کہ یا اللہ آسمان علم وعرفان زمین کی طرف جھکاؤ فرمائے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے دل میں القا فرمایا کہ یہ بھی علمی تربیت ہے، تعلیم

ہے تادیب ہے، سبحان اللہ، اپنے اکابر سلسلے کا ایک تو وہ منظر تھا اور آج یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ دین کے نام سے ایک غیر مسنون اور مخترع سلسلہ چلایا جارہا ہے اور شکایات کی جو بارش ہورہی ہے سب کو بکنے کا معزز خطاب دیا جارہا ہے یا للعجب۔

کردار اہل صومعہ ام کردے پرست
این دوربین کہ نامۂ من شد سیاہ ازو

آگے اسی اشکال کے جواب میں مذکورہ آداب جتنے ہیں، سب بجا ہیں عام اسلامی زندگی کے فرائض ہیں، جو ہر فرد مسلمان میں بحیثیت اسلام کے ہونے چاہئیں۔ البتہ اسی پر قناعت کرنا اور یہ سمجھنا کہ بس یہی کچھ تھا جو ہم نے اپنالیا اور یہی اہل کمال کا سارا اثاثہ اور انبیاء کرام اور اولیاء کا عمل تھا، یہ غلط ہے، غرور نفس ہے، یہ تو ہر مسلمان کے لیے اسلامی زندگی کا صرف ابتدائی روداد عمل تھا ،بقول حضرت دہلویؒ الف، ب، ت ہے جو آگے کمال عبودیت کا علم وعمل حاصل کرنے کے واسطے طلب و پیاس پیدا کرنے کے لیے جدوجہد ہے آگے کی دنیا اور ہے جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی سیر کی دنیا ہے جو بقول حضرت دہلویؒ سونے کا پہاڑ ہے، جتنا کوئی کھودے۔

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تاراہ بین نباشی کے راہ برشوی
آسمانہا است در ولایت جاں
غیر ازیں آسمانہائے جہاں

افسوس اگر حضرت رئیس التبلیغ دہلوی نوراللہ مرقدہ کی تمنا عمل میں آجاتی جو جوابات کے ص۱۹۰/ پر درج ہے۔

نمبر۱/ کہ تعلیم حضرت تھانویؒ کی ہوتی اور طریق کار حضرت دہلویؒ کا تو سونے پر سہاگے کا کام دیتا لیکن ہائے بدقسمتی۔

شاہدان مستور و مستان بے شکیب
خانقاہ معمور و در ویشان خراب

(نمبر۲) اسی طرح ص ۱۱۳/ سے ص ۱۳۴/ تک جو ہدایات دی ہوئی ہیں سب اعلیٰ ترین ہدایات ہیں، لیکن کاش اگر اس کی تکمیل اور نگرانی اہل بصیرت علماء محققین کی نگرانی میں ہوتی، چند چلے دئے ہوئے بے علم عوام اپنی کم ظرفی اور تنگ نظری اور بے علمی کے نتیجے میں اکابر کے پرمغز اور معنوی نظام دعوت کی تہ تک پہنچ نہ سکے تو رسمی شکل دیکر مسخ ہی کر کے چھوڑا۔الغیاث یا غیاث المستغیثین

ہر عمل سنت جب بہ طریق سنت ہو تو سنت ہے اور سنت جب بگڑ جاتی ہے تو بدعت بن ہی جاتی ہے یہاں یہی ہوا کہ بے علم رہنما اور امراء خود عالم نہیں، اور علماء کرام سے ہدایات لینے میں عار سمجھتے تھے یا حسب ہدایت حضرت شیخ بکنے ہی دیتے تھے یا بوجہ اس کے کہ جس عالم نے اندر گھس کر وقت نہیں لگایا ہو اس کے علم کو اپنے جہلیات کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ کا نتیجہ مرتب ہو ہی گیا..........اچھے سے اچھا پروگرام جب عوام کے ہاتھوں آجاتا ہے تو بگاڑ کر ہی رکھ دیتے ہیں، حضرت دہلویؒ کی ہدایات سنہری ہدایات تھیں، لیکن تبلیغی جماعت کے عوام ظاہری رسم کو اپنا کر حقیقت سے محروم رہے، رہزنی ہے کہ رہنمائی ہے۔

علم وذکر جو حضرت کے ہاں بنیادی چیزیں ہیں، حضرت بذات خود مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ کو علماء کے ذریعے عوام کو دینے کے درپے ہیں اور موجودہ سارا معاملہ الا ماشاء اللہ ایسے بے علموں کے ہاتھ میں ہے، جن کو مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ خواب میں بھی کبھی نظر نہ آیا ہوگا۔

الحاصل آج کا مشاہدہ یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت دہلویؒ کا وہ زرین سلسلۂ تبلیغ علم دین اور صحبت اہل اللہ سے محروم عوام کے ہاتھوں تباہ ہو رہا ہے، والی اللہ المشتکی۔

(نمبر۳) اور یہ چھ کلموں کا نظام عمل بحثیت اجزاء ترکیبی اگرچہ سب درست ہے، لیکن یہ ہیئت ترکیبی اگر سنداً منقول عن الرسول ہوتی، عبودیت کا اطلاق اس پر صحیح ہوتا، لیکن جب منقول عن الرسول نہیں تو دینِ رسول نہ ہوا۔ جو لوگ صرف اسی ہی کو تمام دینِ رسول سمجھ کر برتتے ہوں گے، لامحالہ بدعت کے مرتکب ہوں گے قیامت کے دن اپنا اور جتنے ان گنت

لوگ جو اس مخترع ہیئتِ دین کے ذریعے مَـاجَـاءَ بِـهِ الرَّسُوْلُ کے علم اور عمل سے محروم ہو رہے ہیں سب کی طرف سے جواب دہ ہوں گے۔ وللہ در الحافظ الشیرازیؒ:

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر
زار و بیمار غمم راحت جانے بمن آر
قلب بے حاصل مارا بزن اکسیر مراد
یعنی از خاک در دوست نشانے بمن آر

☆ ہر کسی عمل کے لیے سب سے بڑا اور بنیادی نقص یہی ہوتا ہے کہ وہ منقول عن الرسول نہ ہو اور اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی رحمتیں ساری کی ساری اپنے حبیب کے نقش قدم کے ساتھ وابستہ فرمائی ہیں............

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه .الآیه . حضرت دہلویؒ کے ہاں تو ان چیزوں کی حقیقت الف، ب، ت کی تھی نہ کہ یہی دین کی ساری حقیقت تھی...........

(اشکال نمبر ۱۷) فضائل اعمال اور بیان احکام کے متعلق: (از ۱۳۴/ تا ۱۳۸)

خلاصۂ اشکال:۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ والے فضائل اعمال کو بیان کرنے پر زور دیتے ہیں، وہی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن مسائل کی کتابوں پر وہ زور نہیں دیتے .... یہ کیوں؟ حضرت مجیب سلمہ اللہ کی جانب سے آگے اس کے وجوہات بیان ہوئے ہیں۔

اول: کہ فضائل بیان کرنے سے رغبت الی العمل پیدا کی جاتی ہے پھر احکام خود سیکھتے ہوں گے۔

دوم: احکام میں چوں کہ اختلافات ہیں تو اس کے بیان کرنے سے انتشار پیدا ہونے کا خوف ہے۔

حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں آراء واجب الاحترام ہیں لیکن پھر بھی آراء ہیں، وحی نہیں، جس میں اختلاف کی گنجائش نہ ہو، اس کے متعلق عرض ہے کہ دین کی اصل حقیقت علم الاحکام اور عمل بالاحکام ہے۔

دین تو تمام اوامر اور نواہی ہی کے مجموعے کا نام ہے قرآن وحدیث میں اصل مقصود بالذات امر و نہی ہی ہے، بندوں پر تعمیل احکام حاکم کا ذاتی حق عبودیت ہے، جنت دوزخ کی ترغیب وترہیب، قصص وحکایات مقصود بالعرض ہیں ان سے احکام کی تعمیل ہی کے لیے عوام کو تیار کرنا تھا۔ یہاں وسیلے نے مقصد کی جگہ لے لی ہے اور مقصد یعنی احکام کو عوام کی مرضی پر چھوڑا گیا، وہی وضوء اور نماز کی مثال ہے، اگر چہ وضوء خود بھی عمل صالح ہے کفارۂ ذنوب ہے لیکن اگر کوئی وضوء ہی میں لگا رہے اور مقصدِ وضوء سے تغافل برتتا رہے تو کیا وہ احمق نہیں سمجھا جائیگا۔

اسی طرح یہاں بھی فضائلِ اعمال کی تعلیم کو تو اصل مقصد ٹھہرایا گیا۔ اور نفس احکام کا علم جس کے لیے فضائل بیان ہورہے تھے بالکل متروک یا کالمتروک۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں عوام کو صرف مسلمان بنانا ہے، عالم بنانا نہیں لیکن جب اسلام نام احکام شرع پر چلنے کا ہے، امر و نہی کی موافقت ہی کا نام طاعت ہے اور مخالفت معصیت ہے تو بغیر احکام کے اسلام کیا رہا۔

بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ تبلیغی حضرات نے حضور ﷺ کی صرف مکی زندگی لے لی ہے، جہاں صرف عقائد توحید اور رسالت اور حیات بعد الموت اور نماز کی ترویج تھی، احکام زیادہ نہ تھے، لیکن جتنے جتنے احکام نازل ہوتے جاتے تھے، اتنے اتنے کی تعمیل ہوتی جاتی تھی۔

جب مدینہ منورہ میں سب احکام نازل ہوکر دین کی تکمیل ہوئی تو اس کے بعد سارے احکام واجب العمل ہوئے، بلوغ کے ساتھ ہی وجوب عمل آجاتا ہے، لہذا بلوغ سے پہلے ہی بچوں کو ضروریات دین کی تعلیم دینا والدین پر واجب کیا گیا، موجودہ تبلیغ میں مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ، احکام دین جو عین حقیقت دین ہیں، پس پشت ہیں اور دین کا صرف نام دین

دین دین رٹ لیا جاتا ہے اور سہ روزوں اور جاہلانہ چلوں کی بجائے علم دین سے تو عوام اہلِ تبلیغ میں مسخرے بھی سننے میں آرہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

جوابات کے ص ۱۲۷/ پر فرماتے ہیں کہ بہت سے بھائی پوچھتے ہیں کہ تبلیغی نصاب کو تو ہم نے بار بار دہرایا آگے کچھ اور کتابیں پڑھنے کے لیے بتا دی جائیں، تاکہ علم بڑھے، جواب میں بجائے اس کے کہ کچھ احکام کی کتابیں مثلاً بہشتی زیور وغیرہ بتا دئے جاتے، لیکن فرما دیا جاتا ہے کہ اسی کو دہراتے جاؤ انسان صرف علم سے عمل پر نہیں پڑتا۔ الخ

یعنی احکام کی طرف تبلیغ والوں کو جانے نہیں دیا جاتا ہے آگے مصلحت کا ذکر ہے لیکن قلب موضوع کے سوا کچھ نہیں، آگے کچھ آداب مندوبہ ہیں جو جماعتوں کو رخصت کرنے کے وقت ان کے بارے میں ہدایات دئے جاتے ہیں اور وہی مخصوص پروگرام ہے جو ضابطے کے طور پر تکمیل کیا جاتا ہے جس کو علم دین سمجھا گیا ہے۔

رہا انتشار پیدا ہونے کا ڈر جو ص ۱۲۶/ ۱۲۷ پر ارشاد ہے اور جا بجا یہ کہا جاتا ہے کہ مسائل میں اختلاف ہے، حنفی مسائل اور ہیں، شافعی مسائل اور ہیں، اہل حدیث کے مسائل اور ہیں اس لیے ہم نے مسائل کا تذکرہ ہی چھوڑ دیا ہے اور کوئی پوچھے تو کہو کہ اپنے اپنے کنوئیں کا پانی پیو۔

عجیب منطق ہے، دعوی تو مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ کی خدمت کا تھا، اور ہوتا یہ ہے کہ چاہے کوئی شرکی عقائد میں بتلاء ہو، قبروں کو پوجتا ہو، بدعتی ہو، تقلید کو شرک بتاتا ہو، کچھ بھی ہو سو ہو چھیڑنا نہیں ہے تاکہ انتشار پیدا نہ اور جماعت کی شکل بنی رہے! یہ وہی ضرب المثل رہی کہ کہیں کی اینٹ

۱: اسی لیے حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ فضائل تو بہت زور و شور سے بتاتے ہیں لیکن کبھی ترک منکرات کی تبلیغ نہیں کرتے جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لوگوں کو گناہوں سے روکنا شروع کر دیا تو لوگ ان (تبلیغی جماعت) کے ساتھ جڑیں گے نہیں اور چونکہ ان کی نظر لوگوں پر ہے اس لیے یہ اللہ اور اس کے احکام کو پس پشت ڈال کر لوگوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو میٹھی میٹھی باتیں سنا کر اپنے ساتھ چپکائے رکھتے ہیں...... اگر واقعۃً اللہ کے دین کی کچھ خدمت کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے دائرہ میں رہ کر کریں پھر چاہے کوئی ایک فرد بھی آپ کے ساتھ نہ جڑے تو کوئی پرواہ نہیں کیوں کہ مقصد لوگوں سے نہیں اللہ سے جڑنا ہے (خطبات الرشید ج ۴ ص ۲۹۵)

کہیں روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

اس سے تو یہ بو آتی ہے کہ یہاں پر مطلب کچھ اور ہے، جماعت ہو، امارت ہو، اطاعت ہو، رنگ ڈھنگ ہو، مزہ چرچا ہو، رہی دین کی خدمت تو چند آداب برائے نام ہوں، آگے عقائد اور اعمال میں جو مرضی ہو وہ کیا کرے، چاہے حق ہو چاہے باطل، چاہے کچھ ہو، البتہ سہ روزے چلے دیا کرے۔ ۷۳ فرقوں میں ایک فرقے کی کمی تھی، وہ پوری ہوئی، اللہ اللہ خیر سلا۔ اور اس پاک و ہند کی سرزمین پر حنفی، شافعی اختلاف کہاں ہے۔ اور ہو بھی تو سلف سے تو ہمیں یہی سبق ملا ہے کہ ہر کسی فرد بشر پر دین منزل کا علم اور عمل علی حسب مراتب فرض ہے اور اِخْتِلَافُ أُمَّتِیْ رَحْمَةٌ کی بناء پر اگر فروعی اختلاف ہو تو اس کو رحمت ہی جانے اور اعلاء کلمۃ الحق سے پہلو تہی نہ کرے اور اگر اختلاف اعتقادی ہو تو ابتداء ہی سے اپنے مشربِ حق کا کھلے طور پر اعلان کرنا فرض ہوتا ہے، اور کسی مصلحت کی خاطر ہو کتمانِ حق باطل اور حرام ہے۔ صرف توحید و رسالت نہیں تمام عقائد کا علم، دین کی بنیاد ہے، حیرت ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک مسلمان کو کسی عمل مثلاً نماز کے فضائل اور اجر و ثواب کا بیان تو روزانہ شد و مد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہو اور عمل کی صحت و فساد یا خود عمل کے فرائض و واجبات کا پتہ نہ ہو، بلکہ ایک ثقہ شخص کی روایت ہے فرماتے تھے کہ میں نے تبلیغیوں کو بے وضوء بھی نماز پڑھتے دیکھا ہے، اس خیال سے کہ وضوء ہو یا نہ ہو، نہ پڑھنے سے پڑھنا اچھا ہے، عمریں گزر جاتی ہیں، لیکن تبلیغی افراد علم دین کے طالب بہت کم نظر آئیں گے، کیوں کہ جس چیز کو وہ دین سمجھتے ہیں وہ اس اپنے مزعومہ دین کے حامل ہیں۔

(اشکال نمبر ۱۸) تبلیغ کی ابتداء اور انتہاء کی بابت (از ۱۳۸/ تا ۱۴۸)

خلاصۂ اشکال:۔ یہ ہے کہ ابتداء میں تبلیغ صحیح حالت پر تھی، لیکن اب چونکہ اس حالت پر رہی نہیں لہٰذا اب ضلالت اور گمراہی ہے۔

جواباً عرض ہے کہ تبلیغ ایک عربی لفظ ہے جس کی حقیقت خیر القرون سے حضرت دہلویؒ

تک علمی تبلیغ تھی، یعنی ما جاء به الرسول کا علم الظاہر والباطن، اور اعمال ظاہر و باطن کا مختلف طریقوں سے وعظ کے ذریعے کتابوں کے درس کے ذریعے، صحبت کے ذریعے، ہر زمانے میں عوام تک پہنچانا تھا! یہی حقیقت خیر القرون میں زور شور سے تھی، گھٹتے گھٹتے اگر آج اس کا عشر عشیر بھی باقی ہو تو غنیمت ہے، برکت ہے، کچھ تو ہے، رہی موجودہ رائج الوقت تبلیغ، نام کی تبلیغ ہے اور حقیقت بالکل نرالی ہے۔

مامور بہ اور غیر مامور بہ نظام:

حضرت دہلویؒ کی تبلیغ علمی اور سلف صالحین کے رنگ کی تبلیغ تھی اور آج کل کی رسمی اور بدعی تبلیغ خود ہی گمراہی ہے۔ جوابات کے ص ۱۳۹/ پر بخاری شریف سے ایک حدیث نقل فرمائی گئی ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر مامور بہ کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دو تو ہلاک ہو جاؤ لیکن عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اگر وہ لوگ مامور بہ کے دسویں حصے پر بھی عمل کر لیں گے تو نجات پا لیں گے۔ ۱۲ مشکوۃ شریف۔

اس حدیث سے کھلے طور پر صاف واضح ہے کہ رضائے الٰہی کا تعلق مامورات شرعیہ کو بجا لانے کے ساتھ ہے اور تبلیغ کے موجودہ سلسلے میں مامورات اور احکام و مسائل کو تو کوئی معتد بہ درجہ دیا نہیں گیا ہے۔ بلکہ چھیڑتے ہی نہیں، جو جس کی سمجھ میں آئے کرے عام چھٹی ہے۔ البتہ ایک غیر ماثور نظام عمل کو دین کے لیے محنت نام سے اپنایا گیا ہے اور اسکو دین کے زعم میں زور و شور کے ساتھ پھیلایا جا رہا ہے۔ نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ دنیا میں جب یہ نظام پورا حاوی ہو جائے تو یہی اختراعی نظام عمل دین کا مقام حاصل کر کے دین کے اسم اور مسمی پر قبضہ کر کے دین کی عقیدت اور محبت سے عوام میں رائج ہو جائیگا، عربی زبان اور عربی

ا: حقیقی تبلیغ یہی تھی جو عہد رسالت مآب ﷺ سے لے کر آج تک کسی بھی زمانے میں موقوف نہیں ہوئی اور آج کل کی موجودہ تبلیغ جس کو حقیقی تبلیغ کہا جا رہا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ اس کی ابتداء حضرت دہلویؒ نے کی اگر یہی رسمی تبلیغ ہی حقیقی تبلیغ ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سے حضرت مولانا دہلوی تک درمیان میں جتنے اکابر امت گزرے ہیں سب اس حقیقی تبلیغ کے تارک تھے سبحانک هذا بهتان عظيم

علوم اور قدیم اعمال دین معطل ہو جائیں گے، کتاب پڑھنے کے لیے تبلیغی نصاب ہوگی بجائے عربی مبین کے اردوئی مبین سہی، امر و نہی اور احکام شرع کی پابندی سے آزاد، صرف فضائل اعمال کی ایک ہلکی سی گٹھڑی سر پر ہوگی اور بس، اور دین نام ہوگا انہی سہ روزوں اور چلوں کا اور وہی حدیث شریف صادق ہو جائے گی۔ **یرفع العلم ویکثر الجهل حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جهالا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا. (الحدیث).**

ترجمہ:۔ علوم دنیا سے اٹھ جائیں گے اور جہل کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ جب کوئی صحیح عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار اور امیر بنائیں گے بغیر علم کے فتوے دیتے ہوں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور مخلوق کو بھی گمراہ کرتے ہوں گے۔ العیاذ باللہ العظیم۔ انصاف؟ قیامت کی باز پرسی کا خوف؟

آگے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ العزیز کے خلفاء کا ذکر ہے جن کا اس سلسلے سے شغف ہے جن میں اس ہیچ میرز کو بھی شامل فرمایا گیا ہے، مجھے اس سلسلۂ تبلیغ سے واقعی شغف تھا، جب میں اس کو واقعۃً دین کی طرف عوام کو کھینچ لانے کا ذریعہ سمجھتا تھا، جب سے معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ چند رسوم کا مجموعہ ہے، جس کا لازمی نتیجہ انجان عوام کے ہاتھوں اسلام کی اصل حقیقت اور حقیقی خدوخال کا مسخ ہو جانا ہے............ تو بندہ الگ ہوا[1] اب بھی یہ چاہ ہے کہ کاش یہ سلسلہ اپنی ابتداء کی طرح صحیح مسنون طریقہ اور نبوی خطوط پر آجائے علم کی روشنی میں اور علم کی اطاعت اور رہنمائی میں چلتا رہے، تا کہ نجات اخروی پر منتج ہو سکے اللہ کرے ایسا ہی ہو، آمین یا رب العالمین۔ اور بزرگوں کا صدقۂ جاریہ فنا نہ ہو، اور دین کی

[1] اسی طرح حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ جو کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے برادر نسبتی ہونے کے ساتھ حضرت دہلویؒ کے خلیفہ اول بھی تھے نیز حضرت دہلویؒ کے دور حیات تک آپ اس جماعت سے وابستہ رہے فضائل اعمال میں مسلمانوں کی موجودہ پستی کا علاج کے عنوان سے ایک رسالہ ہے جو کہ حضرت مولانا احتشام الحسن کا ہی مرتب کردہ ہے اس کو پڑھ کر ہر شخص اس نظام سے اور حضرت دہلویؒ سے حضرت مولانا کی محبت و عقیدت کا اندازہ لگا سکتا ہے لیکن حضرت دہلویؒ کے انتقال کے بعد جب یہ نظام جہلاء کے ہاتھوں میں آ کر اپنی حقیقت کو کھو بیٹھا تو حضرت مولانا نے فوراً اس جماعت سے ———— بقیہ آئندہ صفحہ پر

صحیح خدمت سے سرخروئی قیامت کی نصیب ہو۔



مؤلف کی حضرت حکیم الامتؒ کے ساتھ نسبت کی تفصیل:

جوابات کے آخر میں حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ العزیز کے ساتھ اس ناچیز کے تعلق کو بھی بیان کیا گیا ہے، لہٰذا عرض ہے کہ چونکہ عام لوگوں کی یہ عادت ہے کہ منسوب کو دیکھ کر منسوب الیہ کو اسی پر قیاس کیا کرتے ہیں۔ لہٰذا حضرت کی طرف اپنی نسبت کو میں شہرت دینا نہیں چاہتا تھا۔ اور خود ظاہر ہونے سے بھی اپنے دل میں شرمندہ اور محجوب جیسا ہو جاتا تھا تاکہ ایسا نہ ہو کہ مجھ جیسے کی نسبت حضور والا کے خدام کی طرف ان کے لیے لوگوں کی نظروں میں موجب خفت نہ بنے، جیسے زمین کی نسبت آسمان کی طرف۔ حضرت جامیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بقیہ ص ۸۲ کا......: اپنی سبکدوشی کا اعلان ان الفاظ سے فرمایا کہ نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم وفہم کے مطابق نہ قرآن وحدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور نہ علماء حق کے مسلک کے مطابق ہے جو علماء کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو قرآن وحدیث ائمہ سلف اور علماء حق کے مسلک کے مطابق کریں چونکہ ایک چیز دین کے نام سے پھیل رہی ہے یہی میرے نزدیک تمام آفات و بلایا کے نزول کا اصل باعث ہے اسی ضرورت نے مجھے اس رسالہ کی اشاعت پر مجبور کیا، تاکہ علماء کرام اس کی طرف توجہ فرماویں اور ان خرابیوں کا انسداد فرماویں یہی اصل مقصود ہے میری عقل وفہم سے یہ چیز بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولی کے بعد دین کا اہم کام کس طرح قرار دیا جا رہا ہے اور اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔

(بندگی کی صراط مستقیم بحوالہ الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ ص ۳۹۲/ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ دیوبند)

نسبت خود بہ سگت کردم وبس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

لیکن تحدثاً بالنعمۃ اور تشکراً عرض خدمت ہے کہ چونکہ حضور والا کے مبارک اور منور قلب میں اللہ تعالیٰ نے اور بے انتہا ملکات وہبیہ کی طرح ایثار اور شفقت علی الخلوق بھی بھر دی تھی۔

بنا بریں جب بندہ مدرسۂ عبدالرب دہلی سے فارغ ہوا تو حضور والا نے اپنی ذرہ نوازی سے اس ناچیز کو طالب حق سمجھ کر خلاف معمول ایک امتیازی شکل سے اپنالیا تھا، جس کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جاتے تھے، اور چار مہینے اپنے ہی خرچ پر اپنے حضور میں رکھ کر آخر میں خلافت سے سرفراز فرمایا اور اغلباً ایسا ہی فرمایا تھا کہ آپ کے ساتھ جو کچھ میں کرنا چاہتا تھا وہ کر چکا اب آپ فارغ ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ وعظیم احسانہ حضرت کی حیات مبارک تک شفقت اور محبت کے تعلقات رہے، آخر جب حق تعالیٰ شانہ کو منظور ہوا تو دنیائے دنی کو یتیم چھوڑ کر لمعۂ نور نور کل سے جاملا۔ اَعْلَی اللّٰہُ تعالیٰ دَرَجَاتَہٗ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَمَتَّعَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِفُیُوْضِہٖ وَ بَرَکَاتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ آمین۔

☆☆☆☆☆

بَعُدْتُمْ وَلَمْ یَبْعُدْ عَنِ الْقَلْبِ حُبُّکُمْ
وَغِبْتُمْ وَاَنْتُمْ لِلْفُؤَادِ مُنِیْرٌ

دور ہو گئے آپ اور نہیں دور ہوئی دل سے محبت آپ، کی اور غائب ہو گئے آپ، اور آپ میرے دل کو روشن کرنے والے ہیں۔

عَلِمْنَا عَلَی الدُّنْیَا وُجُوْدَ نَظِیْرِکُمْ
لَقَدْ قَلَّ مَوْجُوْدٌ وَ عَزَّ نَظِیْرٌ،

نہ پایا ہم نے دنیا پر موجودہ نظیر آپ کی۔ البتہ تحقیق کم ہوتے ہیں ایسے موجود اور ایسے نظیر بہت نایاب ہوتے ہیں۔

وَدَمْعِیْ غَزِیْرُ السَّکْبِ فِیْ عَرَصَاتِکُمْ

وَدَمْعِیْ غَزِیْرُ السَّکْبِ فِیْ عَرَصَاتِکُمْ
فَکَیْفَ اَکُفُّ الدَّمْعَ وَھُوَ غَزِیْرُ

اور میرے آنسو بہت بہنے والے ہیں آپ کے میدانوں میں، پس کیسے روکوں آنسوؤں کو اور وہ بہت زیادہ ہیں۔

فَاَبْکِیْ وَمَا یُغْنِیْ العَوِیْلُ وَلَا الْبُکَاءِ
عَلَیْکَ وَمِثْلِیْ بِالْبُکَاءِ جَدِیْرُ

پس روتا رہوں گا، اور فائدہ کچھ نہیں رونے کی آواز اور رونے سے آپ پر، اور مجھ جیسا رونے کا حقدار ہے ہی۔

غَرَسْتُمْ بِقَلْبِیْ بُوْعَۃَ ثَمَرَاتُھَا
ھُمُوْمٌ لَھَا حَشُوُا لِفُؤَادِ سَمِیْرُ

لگا دیا آپ نے پودا میرے دل میں سوزش عشق
کا جس کے پھل غموم ہیں، جن کے ساتھ دل
کے اندر کی چیزیں گفتگو میں ہوتی ہیں

وصلتَ اِلَی اَقْصَی المُنٰی عَاشِقًا بِھا
وَعَامَّۃُ عُمْرَ الْعَاشِقِیْنَ قَصِیْرُ

پہنچ گئے آپ تو اپنی آخری خواہش تک جس پر آپ عاشق تھے اور عموماً عاشقوں کی عمریں چھوٹی ہوتی ہی ہیں۔

عَلَیْکَ سَلَامُ اللّٰہِ یَا اَشْرَفَ الْوَرٰی
سَلَامٌ یَعُمُّ النَّاسَ وَھُوَ قَدِیْرُ

آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو اے مخلوق کے شریف ترین جوہر ایسی سلامتی جو سارے لوگوں تک عام پہنچنے اور وہ بڑے قادر ہیں۔

حضرت جیسے مقبولین کی ادنی نسبت تمام مخلوق کے لیے ذریعہ رجائے آخرت ہوتا ہی ہے بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے مجھ جیسے

مٹھی بھر حَمَاءٍ مَّسْنُوْن کو بھی جیسے یہاں تھا مع سارے متوسلین کے وہاں بھی حضرت کی صحبت بابرکت نصیب فرمادے۔آمین .وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ

رحمت حق بہانہ مے طلبد
رحمت حق بہانہ مے طلبد

رحمت حق سے امید ہے کہ حضرت سعدیؒ کے مندرجہ ذیل اشعار کو اللہ تعالیٰ میری اور سارے متوسلین کی حالت بناڈالے گا،انشاءاللہ العزیز۔

دیدم گلِ تازہ چند دستہ
برگنبدے از گیاہ بستہ
گفتم چہ بود گیاہ ناچیز
تادر صف گل نشیند او نیز
بگریست گیاہ وگفت خاموش
صحبت نکند کرم فراموش
گر نیست جمال و رنگ و بویم
آخر نہ گیاہ باغ اویم
تِلْکَ اللَّیَالِیُ الَّتِیُ اَعُدَرُتُ مِنُ عُمُرِیُ
مَعَ الاَحِبَّةِ کَانَتُ کُلُّهَا عُرُسًا
گرچہ دانم کہ بجائے نبرد راہ غریب
من بہ بوئے خوش آں زلف پریشاں بردم

اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِفَضْلِہٖ وَمَنِّہٖ .

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ،وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ .

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(خاتمۃ الکتاب)

خلاصہ اس طویل بحث کا یہ ہے کہ تبلیغ دین یعنی علم دین کے احکام اور شرائع کو خود حاصل کرنا اور عام امت رسول ﷺ تک پہنچانا اور ان کو اس کی طرف راغب کرنا اور اس پر چلانے کے لیے کوشش کرنا، جس کی ایک مخصوص رنگ میں ایک صالح بنیاد حضرت دہلویؒ نے رکھی تھی اور چلائی تھی، آپ کے بعد اکثر مقامات پر الا ماشاء اللہ بے علم عوام امرائے تبلیغ نے اس کو مسخ کر کے بگاڑ دیا ہے۔ موجودہ عوامی رسمی تبلیغ بظاہر نام سے تو تبلیغ دین ہے مگر در حقیقت دین رسول اللہ ﷺ کے بالکل الٹ ہے، دینداری کی نیت سے بے دینی ہے اور انجان ہو کر دین دوستی کی نیت سے دین دشمنی زور شور سے پھیلائی جا رہی ہے۔ العیاذ باللہ۔

حضرت دہلویؒ نے ملفوظات کے اولین ملفوظ میں اس بگاڑ کی اصلاح کی ذمہ داری علماء امت پر عائد فرمائی ہے، جو ورثۃ الانبیاء ہیں، اللہ تعالیٰ جل شانہ علمائے امت کو اصلاح کی توفیق عطا فرمائے تا کہ قیامت کے دن حفاظت دین کے فریضے سے سبکدوش ثابت ہوں آمین۔

(موٹی موٹی شکایات کی مختصر ہیئت جسکی تفصیل کتاب میں ہے)

(۱) حضرت دہلوی قدس سرہ العزیز کا مقصد وحید اس سلسلے سے مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ یعنی علم شریعت اور اعمال شریعت کا علمائے کرام کے ذریعے عوام تک پہنچانا تھا اور ہمارے آج کل کے رفقاء الا ماشاء اللہ باستثنائے معدودے چند، چند رسوم کو اپنا کر علم دین اور عام علمائے دین سے بے نیازی اور استغناء برت رہے ہیں، اسی بنیادی غلطی نے اس مقدس تحریک کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے دین کی حیثیت سے مقام عبادت کے لیے شب جمعہ کی تخصیص سے منع فرمایا ہے اور ہمارے رفقائے تبلیغ کے ہاں یہ عمل یعنی اجتماع شب جمعہ عین مامور بہ اصل جہاد اور اجر عظیم سمجھا جا رہا ہے۔

(۳) مسجدوں میں اہل مسجد یا معتکف یا مسافر کے بغیر بہ عقیدت ثواب اور عمل دین شب گزاری ممنوع ہے اور ہمارے رفقائے تبلیغ کے ہاں گھروں کو چھوڑ کر مسجد میں شب گزاری بھی عظیم عمل ثواب ہے، چھوٹے بچوں کو بھی تبرکاً ساتھ لایا جارہا ہے اور رات گئے تک جوگپ شپ ہوتی ہے، اسے تبلیغ سمجھا جاتا ہے اور اس عمل کو اونچا عمل الانبیاء بتایا جارہا ہے عوام کو بحوالہ حدیث یہ بتایا جارہا ہے کہ شب جمعہ جامع مسجد میں گزارنے سے ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے، العیاذ باللہ، حضور اکرم ﷺ پر جھوٹ[1]

(۴) جمعہ کے دن نماز جمعہ از روئے قرآن وحدیث اہل شہر پر فرض کیا گیا ہے اور ارد گرد کے قریٰ اور قصبات والوں کو حضور ﷺ نے شہر آنے کی تاکید اور ترغیب فرمائی ہے اور شہر کو آنا اجر عظیم ہے، اور جمعہ کے دن صبح صادق ہی سے سویرے جامع مسجد آنا اجر عظیم فرمایا گیا ہے، لیکن ہمارے رفقائے تبلیغ کے ہاں وہ جامع مسجد جہاں انہوں نے رات کو ناجائز شب گزاری فرمائی تھی، علی الصباح سویرے سویرے اسی شہر اور مسجد کو چھوڑ کر قریٰ اور قصبات چلے جانا مقدس جہاد اور اجر عظیم سمجھا جاتا ہے، بلکہ نماز کے لیے رہ جانے کو خسران عظیم سمجھتے ہیں...... العیاذ باللہ العظیم، کیا یہ شریعت محمدیہ کو بالکل الٹ کر دینا نہیں......؟

(۵) دین کی خدمت کو رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان پر بقدر استطاعت لازم فرمایا ہے اس کے لیے کوئی ہیئت مخصوص رسول پاک ﷺ سے منقول نہیں، بنابریں یہ سہ روزے، چلے خلاف سنت رسول ہیں۔

حضرت دہلویؒ نے اس کو بطور ذریعہ مقصد جیسے الف، ب، ت استعمال فرمایا تھا، جس کو آج رفقائے تبلیغ نے حضرت دہلویؒ کی ہدایات کے برخلاف عین مقصد بنا ڈالا، ذرائع عین مقاصد بن گئے، دین الٹ گیا۔

(۶) قرآن کریم اور حدیث شریف میں جہاں جہاں جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کی آیتیں اور حدیثیں ہیں ہمارے رفقائے تبلیغ سب کا مصداق انہی سہ روزوں

ح ۱: من كذب علي متعمدا فليتبوء مقعده من النار " جس نے جان بوجھ کر میری جانب کوئی ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے "

اور چلوں کو بتارہے ہیں۔ اس نظام میں جنہوں نے وقت نہیں لگایا ہو، اس کو حرمان کیا بہت گری ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں، خواہ وہ کتنا صاحب علم وعمل کیوں نہ ہو۔

(۷) دین اسلام کی اصل حقیقت اوامر اور نواہی شرع شریف اور جائز ناجائز احکام شرع شریف کی تعلیم اور تعمیل ہے، ہمارے رفقائے تبلیغ عوام میں احکام اسلامی کی کتابوں کی درس وتدریس کو اتنا ضروری نہیں سمجھتے جتنا کہ ہے، بلکہ اس بارے میں سنی سنائی باتوں پر اکتفاء کرتے ہیں کیونکہ جائز ناجائز کے مباحث سے جماعت میں اختلاف اور انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے گویا جماعت احکام اسلامی کی حفاظت سے زیادہ عزیز ہے۔

(۸) تبلیغ کی اصل حقیقت علم دین کو علمائے کرام سے لینا تھا، اور پھر بلا کسی قید وقیود کے اس کو عوام میں پھیلانا تھا، یہ موجودہ ہیئت کذائی جو رائج ہے اور یہ التزامات اور قید وقیود رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں نہ خیر القرون اور سلف صالحین سے، اور بہ عقیدت دین بہ نیت حصولِ ثواب برتا جارہا ہے۔ لہٰذا بدعتِ ضلال ہے، اللہ تعالیٰ امتِ حبیب ﷺ کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العٰلمین۔

☆☆☆☆☆

(تشکر)

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرُ اللّٰهَ ....

اس بندۂ ناچیز نے جب اپنے مافی الضمیر کو موجودہ مسودے کی شکل دیدی تو بغرض استصواب جناب مفتی دارالعلوم حقانیہ حضرت العلامہ الفہامہ فرید العلماء مفتی محمد فرید صاحب اعطاہ المجید من نعمہ المزید۔ کی خدمت میں پیش کیا باوجود اس کے کہ دارالعلوم کا سالانہ امتحان قریب تھا، آپ کے اوقات بالکل مشغول تھے، لیکن عذر نہیں فرمایا اور لفظ بہ لفظ ملاحظہ فرما کر جابجا الفاظ ومضامین میں نہایت قیمتی ترمیمیں ارشاد فرمائیں اور میرے اس مرقع کو علمی زرباف بنادیا، جزاھم اللہ تعالی احسن الجزاء۔

بندہ نے ان کی ترمیمات کی روشنی میں مسودے کی تمبیض کر کے پھر مزید توثیق کے لیے حضرت مجمع اللطائف شمس العلوم والمعارف علامہ شمس الحق افغانی لازالت شموس افضالہ زاھرۃ باھرۃ کے حضور عالی میں پیش کیا۔ حضرت نے بڑی وسیع القلبی سے مطالعہ فرما کر پسند فرمایا، اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ ایک مختصر سا خلاصہ آخر میں لکھ دیا جائے کہ اگر کسی کو سارے رسالے کے مطالعہ کی فرصت نہ ہو تو خلاصہ ہی سے مطلب نکال لے چنانچہ خاتمۃ الکتاب ان کے فرمانے سے اضافہ کیا گیا ہے۔

خوش قسمتی سے بندہ احقر کی یہ بیاض یادگار سلف قدوۃ الخلف حبیب العلماء مجسمۂ علم و تقویٰ حضرت مولانا حبیب النبی صاحب عم فیوضہم سجادہ نشین بکی شریف تحصیل صوابی کے حضور میں بھی سعادت اندوز ہوئی۔ مطالعہ فرمانے کے بعد درج ذیل الفاظ کے ساتھ واپس فرمادی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

"آپ کا تحریر کردہ رسالہ جماعت تبلیغی کے متعلق نظر سے گزرا، ماشاء اللہ جو تنقید آپ نے اس جماعت کے متعلق فرمائی ہے وہ تعصب سے بالاتر اور منصف مزاج حضرات کے لیے مشعل راہ ہے، امید ہے کہ حق تعالیٰ عام مسلمانوں کے لیے اس کو ذریعۂ رشد و ہدایت بنا کر بصائر و معارف کے حجابات کا ان کے قلوب سے ازالہ فرمائے گا"۔

ان علماء اعلام کی ان توثیقات کے بعد بندہ کو غالب امید ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کی امت مرحومہ کے لیے میری اس ناچیز حقیر خدمت کو نافع بنا دیگا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز والحمد للہ اولاً و آخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

چند ازیں تصدیع و تطویل کلام ☆ مطلبے کو ماعدا طول الملام
مقصد خود ہر چہ در دل داشتم ☆ عرض کردم بس فقط تم الکلام
منیتی واللہ اعلم بالمنی ☆ حفظ دین الحق مع حسن الختام
بوکہ یا بدرہ ازیں صاحبدلے ☆ سوئے دین مصطفٰے النور التمام
آیدش بر لب در اثنائے دعا ☆ نام ایں عاجز فقیر عبدالسلام
بوکہ حسن عاقبت گردد نصیب ☆ از طفیل حضرت خیر الانام

صَلِّ یَا رَبِّ عَلَی النُّوْرِ الْاَمِیْنُ
عَدَّ مَکْنُوْنَاتِ عِلْمِکَ وَالسَّلَامُ

قد وقع الفراغ منہا یوم الجمعۃ الرابع والعشرین شہر ربیع الثانی من شہور ۱۳۹۴ھ۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

وانا العبد الآثم لدیغ المالم قاضی عبد السلام عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد نوشہرہ صدر ضلع پشاور

اس کتاب میں

امت کی عمومی تربیت واصلاح کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے جو حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا، مگر یہ طریقہ نہ تو ہر ایک کے لئے لازم وضروری ہے اور نہ ہی امت کی اصلاح اس میں منحصر ہے۔ اگر اصول کے مطابق حدودِ شرع میں رہتے ہوئے خلوصِ دل سے اس طرز پر کام کیا جائے تو عوام کے لئے بہت مفید ہے مگر کوئی بھی کام خواہ کتنا ہی مفید کیوں نہ ہو جب حدودِ شرع سے تجاوز کرتا ہے تو قابلِ اصلاح ہو جاتا ہے اس کتاب میں مصنف علیہ الرحمہ نے تبلیغی جماعت کا مقصد حضرت دہلوی کی منشاء اور ان کی فکر اور تڑپ کو اجاگر کر کے جماعت میں پیدا ہونے والی فکری واعتقادی خامیوں کی نشاندہی کر کے جماعت کو اکابر کے طرز پر لانے کی کوشش کی ہے۔ دینی خدام کے لئے اس کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، اللہ امت محمدیہ کو گروہ بندی سے محفوظ فرما کر راہِ مستقیم عطا فرمائے۔

Al-Haram Publications
Deoband 247554
alharamdbd@gmail.com